اُردو گُلدستہ

اردو کی معاون درسی کتاب چھٹی جماعت کے لیے

نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

© NCERT
not to be republished

4623 – URDU GULDASTA
Supplementary Reader for Class-VI

ISBN 81-7450-450-8

جُملہ حقوق محفوظ

- ناشر کی پہلے سے اجازت حاصل کیے بغیر، اس کتاب کے کسی بھی حصے کو دوبارہ پیش کرنا، یادداشت کے ذریعے بازیافت کے سسٹم میں اس کو محفوظ کرنا یا برقیاتی، میکانکی، فوٹو کاپیئنگ، ریکارڈنگ کے کسی بھی وسیلے سے اس کی ترسیل کرنا منع ہے۔
- اس کتاب کو اس شرط کے ساتھ فروخت کیا جارہا ہے کہ اسے ناشر کی اجازت کے بغیر، اس شکل کے علاوہ جس میں کہ یہ چھاپی گئی ہے یعنی، اس کی موجودہ جلد بندی اور سرورق میں تبدیلی کرکے، تجارت کے طور پر نہ تو مستعار دیا جاسکتا ہے، نہ دوبارہ فروخت کیا جاسکتا ہے، نہ کرایہ پر دیا جاسکتا ہے اور نہ ہی تلف کیا جاسکتا ہے۔
- کتاب کے صفحہ پر جو قیمت درج ہے وہ اس کتاب کی صحیح قیمت ہے۔ کوئی بھی نظرثانی شدہ قیمت چاہے وہ ربر کی مہر کے ذریعے یا چپکی یا کسی اور ذریعے ظاہر کی جائے تو وہ غلط تصور ہوگی اور ناقابل قبول ہوگی۔

این سی ای آر ٹی کے پبلی کیشن ڈویژن کے دفاتر

این سی ای آر ٹی کیمپس
سری اروندو مارگ
نئی دہلی - 110016

108,100 فٹ روڈ ہوسڈے کیرے ہیلی
ایکسٹینشن بنا شنکری III اسٹیج
بینگلورو - 560085

نوجیون ٹرسٹ بھون
ڈاک گھر، نوجیون
احمد آباد - 380014

سی ڈبلیو سی کیمپس
بمقابل ڈھانکل بس اسٹاپ، پانی ہاٹی
کولکاتا - 700114

سی ڈبلیو سی کامپلیکس
مالی گاؤں
گواہاٹی - 781021

پہلا ایڈیشن

فروری 2007 پھالگن 2007

دیگر طباعت

جنوری 2015 ماگھ 1936
فروری 2016 پھالگن 1937
اپریل 2017 چیتر 1939
فروری 2018 پھالگن 1939
فروری 2019 پھالگن 1940
نومبر 2019 اگھن 1941
مارچ 2021 پھالگن 1942
دسمبر 2021 اگھن 1943

PD 6+1T SPA

© نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، 2007

قیمت : ₹ 55.00

این سی ای آر ٹی واٹر مارک 80 جی ایس ایم کاغذ پر شائع شدہ

سکریٹری، نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ، شری اروندو مارگ، نئی دہلی نے شگن آفسیٹ پریس، F-476، سیکٹر-63، نوئیڈا-301 201 (یو۔پی۔) میں چھپوا کر پبلی کیشن ڈویژن سے شائع کیا۔

اشاعتی ٹیم

ہیڈ، پبلی کیشن ڈویژن : انوپ کمار راجپوت
چیف ایڈیٹر : شویتا اُپّل
چیف پروڈکشن آفیسر : ارون چتکارا
چیف بزنس منیجر : وپن دیوان
ایڈیٹر : سید پرویز احمد
پروڈکشن اسسٹنٹ : سنیل کمار

سرورق اور آرٹ
وی۔ منیشا

© NCERT not to be republished

پیش لفظ

'قومی درسیات کا خاکہ، 2005' میں سفارش کی گئی ہے کہ بچوں کی اسکول کی زندگی، ان کی باہر کی زندگی سے ہم آہنگ ہونی چاہیے۔ یہ زاویۂ نظر کتابی علم کی اُس روایت کی نفی کرتا ہے جس کے باعث آج تک ہمارے نظام میں اسکول، گھر اور سماج کے درمیان فاصلے حائل ہیں۔ نئے قومی درسیات پر مبنی نصاب اور درسی کتابیں اسی بنیادی خیال پر عمل آوری کی ایک کوشش ہے۔ اس کوشش میں مختلف مضامین کو ایک دوسرے سے الگ رکھنے اور رٹ کر پڑھنے کے طریقۂ کار کی حوصلہ شکنی بھی شامل ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ان اقدامات سے قومی تعلیمی پالیسی (1986) میں مذکور 'تعلیم کے طفل مرکوز نظام' کی طرف مزید پیش رفت ہوگی۔

اس کوشش کی کامیابی کا انحصار ان قدامات پر ہے کہ سبھی اسکول کے پرنسپل اور اساتذہ بچوں کو اپنے تاثرات خود ظاہر کرنے اور ذہنی سرگرمیوں اور سوالوں کے ذریعے سیکھنے میں ان کی ہمّت افزائی کریں۔ ہمیں یہ ضرور تسلیم کرنا چاہیے کہ بچوں کو اگر موقعہ، وقت اور آزادی دی جائے تو وہ بڑوں سے حاصل شدہ معلومات سے وابستہ ہوکر، نئی معلومات مرتّب کرتے ہیں۔ آموزش کے دوسرے ذرائع اور محل وقوع کو نظر انداز کرنے کے بنیادی اسباب میں سے ایک اہم سبب مجوزہ درسی کتاب کو امتحان کے لیے واحد ذریعہ بنانا ہے۔ بچّوں کے اندر تخلیقی صلاحیت اور پیش قدمی کے رجحان کو فروغ دینا اُسی وقت ممکن ہے جب ہم آموزشی عمل میں بچوں کو بحیثیت شریک کار قبول کریں اور ان سے اُسی طرح پیش آئیں۔ انھیں محض مقررہ معلومات کا جانکار نہ سمجھیں۔

یہ مقاصد اسکول کے معمولات اور طریقۂ کار میں معقول تبدیلی کا مطالبہ کرتے ہیں۔ روزمرّہ نظام الاوقات (Time-Table) میں لچیلا پن اُسی قدر ضروری ہے جتنی کہ سالانہ کیلنڈر کے نفاذ میں سخت محنت کی تاکہ تدریس کے لیے مطلوبہ ایّام کو حقیقتاً تدریس کے لیے وقف کیا جاسکے۔ تدریس اور اندازِ قدر کے طریقوں سے بھی اس امر کا تعیّن

ہوگا کہ یہ درسی کتاب بچوں میں ذہنی تناؤ اور اکتاہٹ کا ذریعہ بننے کے بجائے ان کی اسکولی زندگی کو خوش گوار بنانے میں کس حد تک موثر ثابت ہوتی ہے۔ نصابی بوجھ کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے نصاب سازوں نے مختلف سطحوں پر معلومات کی تشکیل نو اور اُسے نیا رُخ دینے کی غرض سے بچّوں کی نفسیات اور تدریس کے لیے دستیاب وقت پر زیادہ سنجیدگی کے ساتھ توجہ دی ہے۔ اس مخلصانہ کوشش کو مزید بہتر بنانے کے لیے یہ درسی کتاب سوچنے اور حیرتوں کو جگائے رکھنے، چھوٹے گروپوں میں بحث ومباحثہ کرنے اور عملاً انجام دی جانے والی سرگرمیوں کو زیادہ اوّلیت دیتی ہے۔

این سی ای آر ٹی اس کتاب کے لیے تشکیل دی جانے والی ''کمیٹی برائے درسی کتاب'' کی مخلصانہ کوششوں کی شکرگزار ہے۔ کونسل زبانوں کے مشاورتی گروپ کے چیئرمین پروفیسر نامور سنگھ اور اس کتاب کے خصوصی صلاح کار پروفیسر شمیم حنفی کی ممنون ہے۔ اس درسی کتاب کی تیاری میں جن اساتذہ نے حصّہ لیا ہم ان کے متعلقہ اداروں کے بھی شکرگزار ہیں۔ ہم ان سبھی اداروں اور تنظیموں کے بھی احسان مند ہیں جنھوں نے اپنے وسائل، مآخذ اور عملے کی فراہمی میں فراخ دلی کا ثبوت دیا۔

ہم، وزارت برائے فروغِ انسانی وسائل کے شعبے برائے ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کی جانب سے پروفیسر مرنال مری اور پروفیسر جی۔ پی دیش پانڈے کی سربراہی میں تشکیل شدہ نگراں کمیٹی (مانیٹرنگ کمیٹی) کے اراکین کا بھی خصوصی شکریہ ادا کرتے ہیں جنھوں نے اپنا قیمتی وقت اور تعاون ہمیں دیا۔ باضابطہ اصلاح اور اپنی اشاعت کے معیار کو مسلسل بہتر بنانے کے مقصد کی ایک تنظیم کے طور پر این سی ای آر ٹی تمام مشوروں اور آرا کا خیر مقدم کرتی ہے تاکہ کتاب کو مزید نظرثانی کے بعد اور زیادہ کارآمد اور بامعنی بنایا جاسکے۔

نئی دہلی
28 دسمبر 2005

ڈائریکٹر
نیشنل کونسل آف ایجوکیشنل ریسرچ اینڈ ٹریننگ

© NCERT not to be republished

اس کتاب کے بارے میں

کونسل کے ذریعے پیش کی جانے والی یہ نئی معاون درسی کتاب ''اُردو گلدستہ'' چھٹی جماعت کے طالب علموں کے لیے تیار کی گئی ہے۔ اس میں اخلاقی، معاشرتی اور تہذیبی اقدار پر مبنی دس کہانیاں شامل کی گئی ہیں۔ طالب علموں کی ذہنی سطح کے مطابق آسان اور دلچسپ کہانیوں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ جنھیں پڑھ کر طالب علموں میں غور و فکر کی عادت پیدا ہو اور وہ آزادانہ طور پر اپنے خیالات کا اظہار بھی بخوبی کر سکیں۔ ہر کہانی کے آخر میں سوالات بھی پیش کیے گئے ہیں تا کہ طلبا پورے طور پر مستفیض ہو سکیں۔

طلبا پر نصاب کا بوجھ زیادہ نہ ہو اس لیے کتاب کی ضخامت کو کم کیا گیا ہے۔ کتاب کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی تشکیل کی گئی جو اُردو اساتذہ، ماہرین اور ایک خصوصی صلاح کار پر مشتمل تھی۔ ان سبھی کے اشتراک و تعاون سے اس کتاب کو آخری شکل دی گئی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ مطلوبہ معیار کے مطابق طلبا صحیح اُردو سیکھ سکیں گے اور اپنے ادب سے بھی روشناس ہو سکیں گے۔ یہی نہیں، بلکہ وہ اُردو کی بعض دوسری کتابوں کا مطالعہ کرنے میں بھی دلچسپی لیں گے۔

اُردو اساتذہ سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب سے متعلق اپنے عملی اور تدریسی تجربات کی روشنی میں ہمیں اپنے مشوروں سے نوازیں تا کہ آئندہ اس کتاب کو مزید بہتر بنایا جا سکے۔

© NCERT not to be republished

کمیٹی برائے معاون درسی کتاب

چیئرمین، مشاورتی کمیٹی برائے زبان

نامور سنگھ، پروفیسر ایمرٹس، جواہر لعل نہرو یونیورسٹی، نئی دہلی

خصوصی صلاح کار

شمیم حنفی، ریٹائرڈ پروفیسر، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

چیف کوآرڈی نیٹر

رام جنم شرما، سابق پروفیسر اور ہیڈ، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

اراکین

خالد محمود، پروفیسر، ریٹائرڈ، شعبۂ اُردو، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

زبیدہ حبیب، ایسوسی ایٹ پروفیسر، ٹی ٹی آئی کالج، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

محمد کلیم ضیا، ایسوسی ایٹ پروفیسر اور صدر شعبۂ اردو، اسمٰعیل یوسف کالج آف آرٹس اینڈ کامرس، ممبئی، مہاراشٹر

احمد محفوظ، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبۂ اردو، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، نئی دہلی

عمر غزالی، اسسٹنٹ پروفیسر، مولانا آزاد کالج، کولکاتا، مغربی بنگال

محمد علیم الدین، پی جی ٹی اُردو، ریٹائرڈ، اینگلو عربک سینیئر سیکنڈری اسکول، اجمیری گیٹ، دہلی

عائشہ خاتون، پی جی ٹی اردو، ریٹائرڈ، جامعہ سینیئر سیکنڈری اسکول، نئی دہلی

© NCERT not to be republished

محمد عارف عثمانی، ٹی جی ٹی، ریٹائرڈ اینگلو عربک سینیئر سیکنڈری اسکول، اجمیری گیٹ، دہلی
افروز جہاں، ٹی جی ٹی اُردو، گورنمنٹ گرلز سینیئر سیکنڈری اسکول، چشمہ بلڈنگ، بلی ماران، دہلی
شیخ زین العابدین، ٹیچر اُردو، مسلم ہائر سیکنڈری اسکول، ٹرپلیکین، چنّئی، تامل ناڈو

ممبر کوآرڈی نیٹر

چمن آرا خاں، ایسوسی ایٹ پروفیسر، ڈپارٹمنٹ آف ایجوکیشن اِن لینگویجز، این سی ای آر ٹی، نئی دہلی

© NCERT not to be republished

اظہارِ تشکر

اس معاون درسی کتاب میں حسین حسّان کی کہانی ''جیسی نیت ویسا پھل'' ڈاکٹر ذاکر حسین کی کہانی ''اسی سے ٹھنڈا اسی سے گرم'' اطہر پرویز کی کہانی ''تین کچھوے'' شامل کی گئی ہے۔ کونسل ان سبھی کی شکر گذار ہے۔

کونسل ان سبھی حضرات کی بھی شکر گذار ہے : پروف ریڈر عظیم الدین صدیقی، کاپی ایڈیٹر ڈاکٹر ارشاد نیّر اور ڈی ٹی پی آپریٹر نرگس اسلام، معراج احمد اور کمپیوٹر اسٹیشن انچارج پرش رام کوشِک۔

© NCERT not to be republished

ترتیب

پیش لفظ			*iii*
اس کتاب کے بارے میں			*v*
لوک کہانی کیا ہے؟			
1.	جیسی نیت ویسا پھل	محمد حسین حسّان	3
2.	خوشی کا راز		9
3.	پری کا وردان		15
4.	کون سے دن اچھے		19
5.	تین سوال		25
6.	کچھوا اور تالاب		31
7.	اُسی سے ٹھنڈا اُسی سے گرم	ڈاکٹر ذاکر حسین	37
8.	تین کچھوے	اطہر پرویز	41
9.	قسمت کا کھیل		47
10.	اینٹ کا جواب پتھر		53

© NCERT not to be republished

بھارت کا آئین

تمہید

ہَم بھارت کے عوام متانت وسنجیدگی سے عزم کرتے ہیں کہ بَھارَت کو ایک مقتَدر، سمَاج وَادی، غیَر مَذہَبی عَوامی جَمہُوریَہ بنائیں اور اس کے تمام شہریوں کے لیے حاصل کریں۔

انصاف سماجی، معاشی اور سیاسی

آزادی خیال، اظہار، عقیدہ، دین اور عبادت

مساوات بہ اعتبار حیثیت اور موقع اور ان سب میں

اخوت کو ترقی دیں جس سے فرد کی عظمت اور قوم کے اتحاد اور سالمیت کا تیقن ہو۔

اپنی آئین ساز اسمبلی میں آج چھبیس نومبر 1949ء کو یہ آئین ذریعہ ہذا اختیار کرتے ہیں، وضع کرتے ہیں اور اپنے آپ پر نافذ کرتے ہیں۔

© NCERT not to be republished

لوک کہانی کیا ہے؟

کہانی کی پیدائش لکھے ہوئے لفظ یا تحریر کی ابتدا سے پہلے ہو چکی تھی۔ ہزاروں کہانیاں ایسی ہیں جو کبھی لکھی ہی نہیں گئیں، بس ایک نسل سے دوسری نسل کے حافظے میں منتقل ہوتی رہیں۔ اسی لیے کہانی کہی یا سنائی جاتی ہے اور ''تحریری کہانی'' سے پہلے ''حکائی'' یا ORAL کہانی کی ایک مضبوط روایت ملتی ہے۔

لوک کہانیاں عوامی زندگی کی امنگوں، خوابوں اور کسی قوم یا قبیلے یا علاقے کے اجتماعی آدرشوں کی ترجمان ہوتی ہیں۔ کوئی بھی تہذیب جتنی پرانی ہوگی، اس کی لوک کہانیوں کا ذخیرہ بھی اتنا ہی پرانا اور بیش قیمت ہوگا۔ ہمارے ملک میں بہت سی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ ہر زبان میں عوامی ادب یا لوک کہانی اور لوک گیت کا اپنا سرمایہ موجود ہے۔ لوک کہانی یا لوک گیت سے کسی زبان کے بولنے والوں کے مزاج، ان لوگوں کی معاشرتی زندگی، ان کی قدروں، ان کے خوابوں، ان کے معیارِ حسن یا ان کی جمالیات کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ لوک کہانیاں کسی قوم یا علاقے کی عوامی زندگی میں اسی طرح، فطری انداز سے رونما ہوتی ہیں جیسے کسی درخت کی ٹہنی پر کونپلیں پھوٹتی ہیں یا زمین سے خودرو پودے اگتے ہیں۔ جو سادگی عوامی زندگی میں ہوتی ہے۔ وہی سادگی عوامی (لوک) گیتوں اور عوامی (لوک) کہانیوں میں ہوتی ہے۔

دنیا کے تمام مذہبی صحیفوں میں، پرانی کتابوں میں کہانیاں بھری پڑی ہیں۔ ہر کہانی تعلیمی، اخلاقی،

تہذیبی تصورات اور معاشرتی اقدار کی اشاعت اور ترسیل کا ذریعہ بھی ہوتی ہے۔ ہر لوک کہانی کسی نہ کسی بصیرت کا اظہار ہوتی ہے اور اس کی مدد سے ہم پر زندگی کی کسی نہ کسی سچائی کا انکشاف ہوتا ہے۔ کہانیوں کا یہ انتخاب بھی ایسی ہی بصیرتوں کا گلدستہ ہے۔

© NCERT not to be republished

جیسی نیت ویسا پھل

یہ اب سے بہت دنوں پہلے کی بات ہے۔ ایک پہاڑی علاقے میں چھوٹا سا گاؤں تھا۔ اس گاؤں میں ایک مالدار عورت رہتی تھی۔ لوگ اُسے للینا کہتے تھے۔ یہ مالدار مگر بڑی خودغرض اور لالچی عورت تھی۔ اُس کا گھر پکّا اور شاندار بنا ہوا تھا۔

اُس کے محل کے سامنے ایک غریب بیوہ کا جھونپڑا تھا۔ اس کا نام جوسیا تھا۔ اس بے چاری کے ایک نہ دو، سات بچّے تھے۔

نوروز کے موقعے پر بھی جوسیا کے گھر میں بس اللہ کا نام تھا۔ اس نے مٹکے میں سے جھاڑ کر آٹا نکالا اور روٹی پکانے بیٹھ گئی۔ اِدھر للینا کے گھر کیسی چہل پہل تھی۔ طرح طرح کے پکوان پک رہے تھے۔ سب عزیز رشتے دار اِدھر اُدھر

کے مہمان جمع تھے۔ ہنس بول رہے تھے۔ خوب ٹھٹھے لگا رہے تھے، گا رہے تھے، ناچ رہے تھے۔

خدا کا کرنا، اُسی دن شام کو برف کا طوفان آیا۔ اس طوفانی موسم میں ایک تھکا ہارا اور لاچار بوڑھا جنگل سے نکلا اور للینا کے محل کی طرف بڑھا۔ اُس نے دروازہ کھٹکھٹایا اور بڑی عاجزی سے بولا۔ ''مائی جی، ایک تھکے ہارے بوڑھے

مسافر کو اپنے گھر میں ٹکا لو۔ خدا تمھارا بھلا کرے گا۔'' مگر للینا بوڑھے کو دیکھتے ہی آپے سے باہر ہوگئی۔ بڑی ترش روئی سے چیخ کر بولی۔ ''چل ہٹ دور ہو جا یہاں سے مُوا، آج ہی کے دن منحوس صورت دکھانے کو رہ گئی تھی۔'' اس نے جھٹکے سے دروازہ بند کیا اور اندر چلی گئی۔ بے چارا بوڑھا اس برتاؤ سے روہانسا ہو گیا۔ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ سامنے ٹوٹی پھوٹی جھونپڑی نظر آئی۔ یہ غریب جوسیا کی جھونپڑی تھی۔ بوڑھا اسی طرف چل پڑا۔ جوسیا نے بوڑھے کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔ عزّت کی جگہ بٹھایا اور بڑی لجاجت سے بولی۔ ''بابا اس وقت ڈھنگ کا کھانا ہم آپ کو نہ کھلا سکیں گے جو کچھ رُوکھی سُوکھی ہے حاضر ہے، آپ بڑے شوق سے آج کی رات یہاں آرام فرمائیے۔'' بوڑھے نے جوسیا کو دُعائیں دیں اور بچّوں کے ساتھ چولھے کے پاس بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر میں بچّوں سے گھُل مِل گیا اور نقلیں کر کے انھیں خوب ہنسایا۔

دوسرے دن تڑکے ہی بوڑھا رخصت ہونے لگا۔ جوسیا نے رات کے بچے کھچے روٹی کے ٹکڑے بوڑھے کے تھیلے میں رکھ دیے۔ بوڑھے نے چلتے وقت کہا۔ ''آج کی صبح جو کام بھی شروع کروگی وہ بس سورج ڈوبتے ہی ختم ہوگا۔''

جوسیا کچھ سمجھ نہ پائی پر بوڑھے سے کچھ پوچھنے کی ہمّت نہ ہوئی۔ اتنے میں ساتوں بچّے ہاتھ منھ دھو، دسترخوان کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔ جوسیا پریشان ہوگئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ بچّوں کو کیوں کر بہلائے۔ رات کے بچے کھچے ٹکڑے بوڑھے کے تھیلے میں ڈال چکی تھی۔

اچانک اُسے ایک بات یاد آئی۔ اس کے بکس میں لینن کا ایک اچھّے قسم کا تھوڑا سا کپڑا رکھا تھا۔ اس نے سوچا لاؤ اسی کو للینا کے ہاتھ بیچ آؤں۔ کچھ پیسے مِل جائیں گے۔ ان پیسوں سے بچّوں کے پیٹ کا سہارا ہو جائے گا۔

بکس کھول کر اس نے جی میں کہا۔ ''لاؤ ذرا اس کو ناپ کر تو دیکھوں کتنا ہوگا۔'' پر اَب وہ ناپ رہی ہے ناپ رہی ہے۔ برابر ناپے جا رہی ہے۔ کپڑا ہے کہ ختم ہی نہیں ہوتا ایسا لگتا تھا کہ جیسے سفید دودھ کا دریا ہے جو اس کے بکس سے

اُبل پڑا ہے۔ تھوڑی ہی دیر میں اس کی جھونپڑی کپڑے سے بھر گئی۔ دوپہر کو جوسیا نے اپنے پڑوسیوں کو مدد کے لیے بلایا۔ اس سفید لینن سے جھونپڑی ٹھسا ٹھس بھری تھی۔ آنگن بھرا تھا۔ آنگن سے باہر سڑک پر سفید لینن کے ڈھیر کے

ڈھیر تھے۔مزے کی بات یہ ہے کہ بکس میں سے جوسیا نے ناپنے کے لیے جو کپڑا اٹھایا وہ جوں کا توں موجود تھا۔

آخر شام ہوئی۔سورج کا سرخ گولا پہاڑوں کے پیچھے جا چُھپا اور جوسیا کا بکس آپ سے آپ بند ہو گیا۔ جوسیا نے یہ سارا کپڑا بیچ ڈالا۔ بہت بڑی رقم ہاتھ آئی۔اُس نے نیا مکان بنایا اور بال بچّوں سمیت بڑے آرام سے رہنے لگی۔

للینا کو جب جوسیا کی یہ کہانی معلوم ہوئی تو بہت پچھتائی اور اپنے کو کوسنے لگی۔اُسے کیا خبر تھی کہ یہ مُوا بڈھا کھوسٹ جادوگر تھا اس نے دل میں ہی کہا۔"خیر جو ہوا سو ہوا۔اب کے وہ بوڑھا اِدھر آ نکلا تو وہ ضرور اس کی تلافی کرے گی۔''

آخر خُدا خُدا کر کے نئے سال کا دن پھر آیا۔ہر طرف خوشی ہی خوشی، ہر طرف چہل پہل، اب کے للینا نے صبح ہی صبح اپنے بچّوں کو گاؤں سے باہر بھیج دیا اور تاکید کر دی کہ بڑے میاں کو دیکھتے رہیں۔اتّفاق کی بات آج رات کو بھی برف کا طوفان آیا۔ بچّے بھاگتے ہوئے گھر کی طرف دوڑے اور بتایا کہ بڑے میاں گاؤں کی طرف آ رہے ہیں۔

یہ خوش خبری سنتے ہی للینا دوڑتی ہوئی سڑک پر آ گئی اور جوں ہی بڑے میاں نظر آئے بڑھ کر سلام کیا اور بڑی عاجزی سے بولی۔'' کیا آج آپ میرے غریب خانہ پر آرام فرما کر مجھ پر احسان کریں گے؟'' بوڑھے کو پچھلے سال کی بات یاد تھی۔اس نے کہا۔'' بھلا پچھلے سال تم نے اتنا رُوکھا پن کیوں دکھایا تھا؟''

للینا جھٹ بولی۔'' بابا پچھلے سال میں نہیں، میری بہن ہوگی۔اُس زمانے میں گھر کا سارا انتظام اسی کے سپرد تھا۔ہم دونوں کی شکل وصورت ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہے مگر ہماری عادتیں بالکل ایک دوسرے سے نہیں ملتیں۔وہ جس قدر روکھے مزاج کی ہے اتنا ہی میرے دل میں خلوص اور انسانیت کا جذبہ ہے۔''

بوڑھے نے کہا۔'' لوگوں کا دل جیسا ہوتا ہے جیسی نیت ہوتی ہے اُسی کے مطابق انھیں پھل ملتا ہے۔'' وہ للینا کے یہاں رات گزارنے پر راضی ہو گیا۔اب کیا تھا بوڑھے کی خوب آؤ بھگت کی گئی۔ پر اس میں خلوص سے زیادہ بناوٹ جھلکتی تھی۔دوسرے دن صبح تڑکے یہاں سے رخصت ہوتے وقت بوڑھے نے کہا۔'' آج کی صبح جو پہلا کام تم شروع کرو گی وہ شام تک ختم کر پاؤ گی۔''

للینا جانتی تھی کہ چلتے وقت بوڑھا یہی بات کہے گا۔اس نے پہلے تیار کر رکھی اپنے بکس میں اُون کا ایک قیمتی کپڑا

رکھ چھوڑا تھا۔ وہ بڑی تیزی سے کپڑا نکالنے بکس کی طرف جا رہی تھی، راستے میں پانی سے بھری بالٹی رکھی تھی۔ جلدی میں بالٹی میں ٹھوکر لگ گئی۔ سارا پانی گر گیا۔ اِدھر بچّوں کو پیاس لگی گھر میں پانی تھا نہیں۔ اس نے سوچا لاؤ پہلے پانی بھر لاؤں۔ پانی بھر کر لوٹی تو سیڑھیوں پر پاؤں پھسلا۔ بھری بالٹی الٹ گئی۔ للینا اُلٹے پیروں لوٹی کنویں سے دوسری بالٹی بھر کر لائی

مگر سیڑھیوں پر پہنچ کر پھر وہی بات ہوئی۔ وہ پھر گئی پھر یہی صورت پیش آئی جھلاّ گئی اور جھلاّہٹ میں نہ جانے کتنی بالٹیاں بھر لائی۔ بہت سنبھل کر بہت احتیاط سے گِن گِن کر قدم رکھتی۔ مگر باہر نہ جانے کیسے کوئی نہ کوئی بات ہو جاتی اور سارا پانی اُلٹ جاتا۔ تھک کر اور عاجز آ کر للینا نے بچّوں کو مدد کے لیے بلایا۔ پھر ان کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ پڑوسی مدد کے لیے آئے وہ بھی ناکام رہے۔ سارا دن اسی طرح بیت گیا۔

شام ہونے کو آئی تو جوسیا بھی مدد کو پہنچی۔ وہ بھری بالٹی لے کر صحیح سلامت گزر گئی۔ پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہیں گرا۔ پر وہ بالٹی کمرے کے کونے میں رکھنے بھی نہ پائی تھی کہ سورج نے اپنا لال چہرہ پہاڑیوں کے پیچھے چھُپا لیا۔ للینا بے چاری کو اتنا وقت ہی نہ ملا کہ اپنے کپڑے کی ناپ تول کرتی۔ بوڑھے مسافر نے سچ ہی کہا تھا ''جیسی نیت ویسا پھل۔''

محمد حسین حسّان

سوالات

1. بوڑھے سے للینا نے کیا کہا؟
2. جوسیا نے بوڑھے مسافر کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
3. بوڑھے مسافر کی دُعا سے جوسیا کو کیا فائدہ ہوا؟
4. للینا نے دوسری مرتبہ بوڑھے کے ساتھ کیسا برتاؤ کیا؟
5. للینا کو بوڑھے کی دُعا سے فائدہ کیوں نہیں ہوا؟
6. نیت کی خرابی کی وجہ سے للینا کو کن پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑا؟
7. بوڑھے کے اس قول ''جیسی نیت ویسا پھل'' سے آپ کیا سمجھے؟ وضاحت کریں۔

© NCERT not to be republished

خوشی کا راز

کاکروچ جسے تل چٹّا بھی کہتے ہیں ایک گندہ کیڑا ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ تمام کاکروچ ایک جگہ جمع ہوئے اور شکایت کرنے لگے کہ ہمیں کیڑوں میں کیوں شامل کیا جاتا ہے دانت اتنے تیز ہوتے ہیں اور پنجے جانوروں کی طرح تیز ہوتے ہیں، لیکن جانور ہمیں کیڑا ہی سمجھتے ہیں اور بڑی حقارت سے دیکھتے ہیں ہمارے پَر بھی ہوتے ہیں اور ہم اُڑ بھی سکتے ہیں، لیکن پھر بھی کوئی ہمیں پرندہ نہیں مانتا اور پرندے بھی ہمیں ذلیل سمجھتے ہیں۔ انھوں نے اپنی یہ کانفرنس اسی لیے بلائی تھی کہ ان تمام باتوں پر غور کیا جائے اور کوئی ایسی تدبیر کی جائے جس سے ان کی عزّت میں اِضافہ ہو۔

جب سب جمع ہو گئے تو ان میں سے سب سے بوڑھے کاکروچ نے کھڑے ہو کر کہا۔ ’’آپ سب کو یہ تو معلوم ہی ہے کہ آپ کو یہاں کیوں بُلایا گیا ہے۔ آپ میں سے جو کوئی اس معاملے میں کچھ کہنا چاہے وہ کہے اور کوئی صورت نکالی جائے کہ ہمیں کیڑا نہ سمجھا جائے۔

ان میں سے ایک چھوٹا کاکروچ اٹھا اور اُس نے کہا۔ ’’دیکھیے یہ بات تو ہم سب کو پریشان کیے ہوئے ہے کہ سب ہمیں ذلیل سمجھتے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر ہم اپنی لڑکی کی شادی کسی جانور سے کر دیں تو پھر اُن سے ہماری رشتے داری ہو جائے گی اور ہم جانوروں میں شامل ہو جائیں گے اس طرح یہ مسئلہ طے ہو سکتا ہے۔‘‘

سب نے اس بات کی بہت تعریف کی اور یہ طے ہوا کہ ان کے خاندان کی سب سے خوب صورت لڑکی کو تلاش کیا جائے اور ایک چوہے سے اُس کی شادی کر دی جائے۔ سب نے مل کر ایک لڑکی طے کی اور اُسے لے کر چوہے کی تلاش میں نکلے۔ تھوڑی سی کوشش کے بعد ایک چوہے کو تلاش کر لیا۔ وہ ایک پیڑ کی جڑ میں بِل

بنائے ہوئے آرام کر رہا تھا۔ چوہے نے جب کاکروچ کو دیکھا تو کہا۔ ’’کہیے جناب کیسے تکلیف کی، میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں۔‘‘

کاکروچ نے کہا۔ ’’حضور ایک زمانے سے ہم پریشان ہیں۔ ہمارے بازو بھی ہیں، ہم اُڑ بھی سکتے ہیں۔ ہمارے پنجے اور دانت بھی بہت تیز ہیں، لیکن ہمیں کوئی نہ تو جانور مانتا ہے اور نہ پرندہ اس لیے ہم اپنی لڑکی کو آپ کے پاس لائے ہیں آپ اس سے شادی کر لیجیے۔ اس سے شادی کرنے کے بعد آپ ہمارے رشتے دار ہو جائیں گے اور اس طرح ہم جانوروں میں شامل ہو جائیں گے۔‘‘

چوہے کو ان کی یہ باتیں بڑی عجیب لگیں۔ وہ بہت دیر تک سوچتا رہا اور اس کے بعد بولا۔ ’’دیکھیے جناب مجھے سخت افسوس ہے کہ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ میں خود بھی آپ ہی کی طرح ہوں۔ میں ہمیشہ سب سے چھُپتا پِھرتا ہوں۔ یہاں جنگل میں ہر وقت سانپ میری تلاش میں رہتا ہے میں اس سے جان بچاتا ہوں شہر میں آدمی میرا دشمن ہے۔ بِلّیاں میری بُو سونگھتی پھرتی ہیں اس لیے میں تو خود ہی مجبور ہوں آپ کسی اور کے پاس جائیے۔‘‘

چوہے کی بات سُن کر کاکروچ بڑے حیران ہوئے۔ وہ سوچنے لگے کہ یہ بھی اُن ہی کی طرح ہیں جو اپنی جان

بچائے پھرتے ہیں۔ وہ آگے بڑھے اور ایک پہاڑی کے قریب سانپ کے پاس پہنچے۔ سانپ بہت آرام سے گول مٹول ہوا پڑا تھا۔ کاکروچ کو آتے دیکھ کر سانپ اُٹھ بیٹھا۔ سانپ نے کہا۔'' آیئے! آپ نے کیسے تکلیف کی۔''

کاکروچ نے پوری کہانی سنائی اور کہا۔'' حضور ہم تو اس لیے آئے ہیں کہ آپ سے مشورہ کریں کہ کس سے جا کر اپنی لڑکی کی شادی کی بات کی جائے۔ سانپ بہت غور سے سب کی بات سنتا رہا اور پھر اِن سے بولا'' میں کیا کہہ

سکتا ہوں میری جان تو خود ہی مصیبت میں رہتی ہے۔ میں ہر وقت نیولے سے ڈرتا ہوں۔ اُس کے دانت بہت ہی تیز ہوتے ہیں وہ جب جھپٹنے لگتا ہے تو اس وقت مجھے اپنی جان بچانی مشکل ہو جاتی ہے، آپ اُس سے کوئی رائے لیں۔''

کاکروچ نیولے کے پاس گئے اس سے اپنے آنے کی وجہ بتائی۔ نیولا یہ سن کر مسکرایا اور بولا۔'' واہ! جناب۔ آپ اس بارے میں میرے پاس آئے ہیں۔ میں تو خود دوسروں کے رحم و کرم پر زندہ ہوں۔ لومڑی جو کچھ گوشت ہڈی چھوڑ جاتی ہے میں اس کا جھوٹا کھاتا ہوں۔ میں آپ کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ آپ لومڑی کے پاس جایئے۔ وہ آپ کو ضرور کوئی ترکیب بتا سکتی ہے۔''

کاکروچ لومڑی کے پاس گئے۔ لومڑی بہت گھبرائی ہوئی اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔ کاکروچ نے پوچھا۔'' آپ اِس قدر پریشان کیوں دکھائی دے رہی ہیں۔''

لومڑی نے پھر اِدھر اُدھر دیکھا اور کہا۔ ’’معاف کرنا میں آپ کی کوئی خاطر نہیں کر سکتی۔ دراصل کچھ کُتّے اس وقت میرے پیچھے پڑے ہوئے ہیں۔ وہ مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں اپنے آپ کو اُن سے بچائے بچائے پھر رہی ہوں۔

اسی لیے میں اس وقت آپ کو زیادہ وقت نہیں دے سکتی۔ کہیے کیا کہنا ہے۔‘‘

کاکروچ نے سوچا کہ لومڑی تو خود دوسروں سے ڈرتی ہے۔ اسے تو آپ ہی دوسروں کی مدد کی ضرورت ہے، یہ جانور ہے پھر بھی خوش نہیں، چلو کُتّوں کے ہی پاس چلا جائے۔ انھوں نے اس سے اجازت لی اور اپنی کہانی سنائے بغیر کُتّے کی تلاش میں نکل گئے۔ تھوڑی دور چلنے پر ہمیں کُتّے دکھائی دیے۔ کُتّے بڑے خوفناک تھے۔ انھوں نے سوچا یقیناً کُتّے ہی کام آئیں گے۔ کُتّے نے ہمیں بہت عزت سے بٹھایا اور آنے کی وجہ پوچھی۔ کاکروچ نے شروع سے لے کر اب تک کی کہانی سنائی اور اپنی خوب صورت لڑکی کو ہمیں دکھایا۔ ایک کُتّے نے کہا۔ ’’دیکھو اس دنیا میں کوئی خوش نہیں تم اس سے پریشان ہو کہ تمھیں کیڑوں میں گِنا جاتا ہے۔ تمھیں جانور اور پرندہ نہیں سمجھا جاتا، کوئی چیز بھی ذلیل نہیں ہوتی۔ ہم سب کسی نہ کسی سے ڈرتے ہیں۔ میں خود آدمی سے سب سے زیادہ ڈرتا ہوں، وہ جہاں کہیں مجھے دیکھتا ہے مار ڈالتا ہے۔ میں اس سے بھاگتا ہوں۔ وہ کبھی کبھی مجھے پکڑ لے جاتا ہے اور پھر مجھے اس کے گھر کی رکھوالی کرنی پڑتی

ہے لیکن میری وفاداری کا کوئی بدلہ نہیں دیتا۔ وہ میرا دُشمن ہے۔ میں تمھاری کوئی مدد نہیں کرسکتا۔ تم آدمی کے پاس جاؤ، وہ ضرور تمھارے لیے کچھ کرے گا۔''

کاکروچ آدمی کی تلاش میں نکلے، آخر کار ہمیں ایک جھونپڑے میں آدمی مل گیا۔ وہ اس جھونپڑے میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ ایک دُبلا پتلا آدمی ایک چٹائی پر بیٹھا ہوا ہے۔ کاکروچ جیسے ہی آگے بڑھے وہ ایک دَم سے کھڑا ہو گیا اور ہمیں ہٹانے لگا۔ کاکروچ نے کہا۔'' ڈریے مت۔ ہم آپ سے مدد لینے آئے ہیں۔''

آدمی نے پوچھا'' کہو کیا کہنا ہے؟''

کاکروچ نے اُسے بھی پوری کہانی سنائی۔ آدمی نے بہت زور سے قہقہہ لگایا اور کہا۔'' اوہ! آپ میرے پاس آئے ہیں۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ میرے لیے سب سے بڑی تکلیف کی بات کیا ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مجھے سب سے زیادہ آپ ہی سے تکلیف ہوتی ہے اگر میں تیل کُھلا چھوڑ دوں تو وہ آپ پی جاتے ہیں۔ کھانا رکھ دوں تو آپ اُسے خراب کر دیتے ہیں باورچی خانوں کو تو آپ نے اپنا گھر ہی بنا رکھا ہے۔ آپ نے تو خود مجھے عاجز کر رکھا ہے اور اب آپ مجھ سے ہی مدد مانگ رہے ہیں۔ آپ سے جانور تو کیا میں بھی پریشان ہوں۔''

کاکروچ یہ سُن کر بہت خُوش ہوئے۔ وہ واپس اپنے گھر گئے اور انھوں نے ایک دوسرا جلسہ کیا۔ انھوں نے کہا۔ ''ہم سب جانوروں کے پاس گئے اور دیکھا کہ جانور تو کیا آدمی بھی کسی نہ کسی سے ڈرتا ہے اور آدمی تو سب سے زیادہ ہم سے ہی ڈرتا ہے۔ ایک چھوٹا سا کیڑا ہونے کے باوجود ہماری بڑی اہمیت ہے اس لیے ہمیں ہرگز شرمندہ نہ ہونا چاہیے۔ ہمیں اپنے کاکروچ ہونے پر فخر ہونا چاہیے اس لیے کہ ہم دیکھنے میں تو چھوٹے ہیں لیکن ہماری بھی اہمیت ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز کی بھی اپنی جگہ بہت اہمیت ہوتی ہے، اس لیے ہمیں کیڑے ہی بنے رہنا چاہیے اور اسی حال میں خوش رہنا چاہیے۔''

سب کاکروچوں نے زوردار تالیاں بجائیں اور خوش خوش اپنے گھر چلے گئے۔

لوک کہانی

سوالات

1. تمام کاکروچ ایک جگہ کیوں جمع ہوئے؟
2. اپنی عزّت بڑھانے کے لیے چھوٹے کاکروچ نے کیا رائے دی؟
3. شادی کی پیش کش پر چوہے نے کیا جواب دیا؟
4. سانپ اور نیولے نے شادی کرنے سے کیوں انکار کیا؟
5. کُتّے نے کاکروچ کو کس طرح سمجھا کر آدمی کے پاس کیوں بھیجا؟
6. کاکروچ آدمی کو کیا کیا تکلیف پہنچاتا ہے؟
7. کاکروچ کو اپنی اہمیت کا احساس کیسے ہوا؟

© NCERT not to be republished

پَری کا وَردان

بہت زمانہ گزرا۔ دور جنگل میں ایک لکڑہارا اور اس کی بیوی رہا کرتے تھے۔ ان کا ایک چھوٹا سا جھونپڑا تھا۔ لکڑہارا بہت محنتی تھا اپنی محنت سے وہ لوگ اپنا گھر چلاتے تھے۔ اُن کے پڑوسی بہت امیر تھے اور عیش کی زندگی گزارتے تھے لیکن لکڑہارا اور اُس کی بیوی کو اپنی گزر کرنے کے لیے دن رات کام کرنا پڑتا تھا۔

ایک دن لکڑہارا آگ کے سامنے بیٹھا ہوا اپنے ہاتھ سینک رہا تھا۔ اُس کی بیوی موزے بُن رہی تھی۔ دونوں اپنی

قسمت کا تذکرہ کر رہے تھے۔ لکڑہارے کی بیوی امیر بننا چاہتی تھی اُس نے کہا۔ ''اگر میرے پاس وہ سب کچھ ہوتا جو میں چاہتی ہوں تو سب پڑوسیوں کی طرح اچھّی زندگی گزارتی۔''

''ہاں یہ تو ہے۔'' اُس کے شوہر نے کہا۔ ''اچھّا ہوتا کہ ہم پَریوں کے دیس میں ہوتے۔ ایک پَری ہمیں ملتی ہم اس سے اپنی بہت سی خواہشات کا تذکرہ کرتے اور وہ ہمیں سب کچھ دے دیتی۔''

بیوی بولی ''ہماری ایسی قسمت کہاں کہ ہمیں پَری مِل جائے۔''

لکڑہارے کی بیوی کے منھ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ ایک خوب صورت پَری سامنے آ کر کھڑی ہوگئی۔

''تم مجھے یاد کر رہی تھیں۔ میں حاضر ہوں تمھیں کیا چاہیے۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تم تین مرتبہ جو خواہش بھی کروگی وہ خواہش پوری کی جائے گی۔'' یہ کہہ کر وہ پَری غائب ہوگئی۔

لکڑہارا اور اُس کی بیوی حیران تھے۔ جو بات مذاق میں کہہ رہے تھے وہ سب سچ ہوگیا۔ اب اُن کے سامنے یہ سوال کہ وہ کیا خواہش کریں۔

بیوی بولی۔ ''اگر تم یہ سب مجھ پر چھوڑ دو تو میں سوچ کر بتاؤں کہ کیا مانگا جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ دولت

سے بہتر کوئی چیز نہیں کہ یہ دولت انسان کو بڑا بنا دیتی ہے۔ اونچی سوسائٹی میں شامل ہونے کے لیے روپیہ بہت ضروری ہے۔''

''واہ! یہ بھی کوئی بات ہوئی۔ تم امیر ہو بھی گئیں تو بیمار ہوسکتی ہو۔ نوجوانی میں مرسکتی ہو۔ ڈاکو تمھاری دولت چُرا سکتے ہیں اس لیے عقل مندی اس میں ہے کہ ہم صحت وسلامتی اور لمبی عمر کی خواہش کریں۔''

''اگر ہم غریب ہیں تو لمبی عمر کا کیا ہوگا؟ کیا میں پوچھ سکتی ہوں؟ ہمیشہ مصیبت میں گرفتار رہیں گے۔ پَری نے ہمارے ساتھ زیادتی کی مجھ سے تو وہ ایک درجن خواہش پورا کرنے کا وعدہ کرتی تو کچھ بات بنتی۔ مجھے تو بہت سی چیزوں کی ضرورت ہے۔''

''ٹھیک ہے ہم کل تک سوچ لیں اور طے کرلیں۔ جلد آگ جلاؤ۔''

بیوی نے لکڑیاں لیں اور آگ جلانی شروع کردی۔ آگ بہت تیز جل رہی تھی۔ غیر شعوری طور پر اس کی زبان سے نکلا'' کیا اچھا ہوتا کہ رات کے کھانے میں کباب ہوتے۔''

اس کی زبان سے یہ بات نکلی ہی تھی کہ کباب سامنے آگئے۔

لکڑہارے نے جب یہ دیکھا تو سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔'' چٹوری عورت۔ تمھارے چٹورپن نے یہ دن دکھایا تم نے ایک خواہش کا گلا گھونٹ دیا اب صرف دو باقی ہیں۔ میرا جی تو یہ چاہتا ہے کہ یہ سب کباب تمھارے اوپر پھینک دوں۔''

جیسے ہی اس کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کباب لکڑہارے کی بیوی کے سر پر چپک گئے۔ یہ دیکھ کر دونوں پریشان ہوگئے۔ دونوں ایک دوسرے پر غصّہ کرنے لگے۔

پیاری بیوی میں نے جو کچھ کہا میں قسم کھا کر کہتا ہوں بغیر سوچے سمجھے کہا۔ میں اتنا غصّے میں تھا کہ تم نے ایک خواہش کو ضائع کردیا۔ اب کیا کروں۔

میں کچھ نہیں جانتی اپنے آپ کو ختم کرلوں گی اب بھی ایک خواہش باقی ہے یا تو اس خواہش کو مجھے کہنے دو ورنہ میں کھڑکی سے کود کر مر جاؤں گی۔ وہ جیسے ہی کھڑکی کے سامنے دوڑی لکڑہارے نے اُسے پکڑ لیا وہ اُس سے بہت محبّت کرتا تھا۔ رُک جاؤ رُک جاؤ تم جو چاہو مانگ لو مجھے کوئی مطلب نہیں۔

ٹھیک ہے میں چاہتی ہوں یہ کباب میرے سر سے الگ ہوجائیں۔ کہتے ہی کباب زمین پر گر پڑے۔

پَری نے ہمیں بے وقوف بنایا اور اس نے ٹھیک ہی کیا اگر ہم امیر ہو جاتے تو زیادہ پریشان ہوتے۔ سچ یہ ہے کہ زندگی میں جو کچھ ہے اس پر قناعت کر لیں۔ اچھّا چلو یہی کھا لو کیونکہ اب ہمارے پاس کچھ کھانے کو نہیں۔ انھوں نے کباب کھا لیے اور سوچا کہ جو کچھ ان کی قسمت میں ہے وہی ان کا اپنا ہے۔

فرانس کی لوک کہانی

سوالات

1. لکڑہارے کی زندگی کیسے گذر رہی تھی؟
2. لکڑہارے کی بیوی نے کیا تمنّا کی؟
3. لکڑہارا اور اُس کی بیوی کیوں حیران ہوئے؟
4. پری نے کیا وردان دیا؟
5. لکڑہارے کی بیوی نے کیا خواہشیں کی؟
6. ان دونوں کی خواہشیں کیسے پوری ہوئیں؟
7. اپنی خواہشوں کا انجام دیکھ کر انھوں نے کیا سبق سیکھا؟

© NCERT not to be republished

کون سے دن اچھّے

بندیل کھنڈ کے ایک شہر میں ایک سیٹھ رہتا تھا۔ وہ بہت مالدار تھا، اس کی کئی حویلیاں تھیں۔ زمین جائداد تھی۔ اس کے گھر میں ہُن برس رہا تھا۔ سیٹھ کے چار بیٹے تھے۔ چاروں خوب صورت سجیلے، جوان، عقل مند اور دانا! جب بڑے بیٹے کی شادی ہوئی تو نگر سیٹھ نے دور اندیشی کا امتحان لینے کے لیے اپنی بہو سے ایک سوال پوچھا۔ ''بہو یہ بتاؤ کہ کون سے دن اچھّے ہوتے ہیں؟''

بہو نے جواب دیا۔ ''پتا جی، گرمی کے دن بہت اچھّے ہوتے ہیں۔ اس وقت نہ سردی کی پریشانی رہتی ہے اور نہ برسات کی کیچڑ۔ دن کھس کی ٹٹی میں کٹ جاتا ہے، رات کو باہر سو سکتے ہیں۔''

© NCERT not to be republished

نگر سیٹھ ''بہت اچھا'' کہہ کر خاموش ہو گیا۔ لیکن جب دوسرے بیٹے کی شادی ہوئی تو اس نے نئی بہو کے سامنے بھی وہی سوال رکھا۔ اس نے جواب دیا۔ ''پتا جی! دن تو برسات کے اچھے ہوتے ہیں۔ ہر طرف ہریالی ہی ہریالی ہوتی ہے اور ساون میں جھولے ڈال کر جھولنے کا تو مزا ہی نرالا ہوتا ہے۔ چڑھے ہوئے دریا اور ندی نالے دیکھ کر دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔''

سیٹھ اس کی یہ بات سُن کر خاموش ہو گیا۔ لیکن جب تیسرے بیٹے کی شادی ہوئی تو اُس نے اپنی اس بہو سے بھی یہی سوال کیا۔ اُس نے کہا۔ ''پِتا جی! دن تو سردی کے بھلے ہوتے ہیں۔ سردی ہو تو گرم کپڑے پہن کر جہاں چاہے گھومو پھرو، میٹھی میٹھی دُھوپ کے مزے لوٹو اور رات کو نرم بِستر میں لحاف اوڑھ کر سویا جا سکتا ہے۔ اس لیے سردی کے دن بہت اچھے ہوتے ہیں۔''

نگر سیٹھ بہو کی بات سُن کر چُپ ہو گیا۔ چند ماہ بعد جب چوتھے بیٹے کی شادی ہوئی اور بہو گھر آئی تو سیٹھ نے یہی سوال چھوٹی بہو سے بھی کیا۔ اس نے بڑے انکسار سے جواب دیا۔ ''پتا جی! دن وہی اچھے ہوتے ہیں جو سُکھ سے گذر جائیں۔'' چوتھی بہو کا جواب سُن کر نگر سیٹھ کا چہرا کِھل اُٹھا۔

تقدیر کا کھیل بھی عَجب ہوتا ہے، کہیں دھوپ تو کہیں چھاؤں، کہیں غُربت تو کہیں تونگری۔ اس طرح آزمائش کے دن بھی آ گئے۔ نہ جانے کس بات پر راجہ کا مزاج برہم ہوا اور وہ سیٹھ سے بدظن ہو گیا۔ راجا نے اسے شہر چھوڑنے کا حکم دیا۔ کہ ''نگر سیٹھ جس حالت میں ہو اُسے اور اس کے سارے خاندان کو دیس بدر کر دیا جائے۔''

حاکم نے جا کر نگر سیٹھ کو راجہ کا حکم سنا دیا۔ سب کی تلاشی لی گئی اور گھر سے ایک تنکا تک اٹھانے کا حکم نہ تھا۔ تین کپڑوں کے ساتھ خالی ہاتھ اُنھیں شہر سے نکل جانا تھا۔

جب سب باہر نکل گئے تو چھوٹی بہو سامنے آئی۔ اُس کے ہاتھ میں ہانڈی تھی۔ اس میں ایک کلو کے قریب گوندھا ہوا آٹا رکھا تھا۔ جب سپاہی نے اُس سے ہانڈی چھیننا چاہی تو اُس نے کہا۔ ''شریمان جی! میں سب سے چھوٹی بہو ہوں۔ سب سے چھوٹی بہو ہونے کی وجہ سے میں اب تک کھانا نہیں کھا سکی۔ باقی سب کھا چکے ہیں۔ کِرپا کر کے یا تو پہلے مجھے کھانا پکا کر کھا لینے دیجیے یا پھر یہ آٹا مجھے ساتھ لے جانے دیجیے۔''

راجہ کا حکم تھا کہ انھیں فوراً شہر بدر کر دیا جائے۔ لہٰذا سپاہی نے بہو کو آٹے کی ہانڈی لے جانے کی اِجازت دے دی۔

نگر سیٹھ اپنے خاندان کے ساتھ ایک قافلے کی شکل میں آگے بڑھنے لگا۔ یہ کارواں ایک مقام سے دوسرے مقام پر کوچ کرتا ہوا آگے بڑھتا رہا۔ راستے میں وہ ایک جگہ ستانے بیٹھ گئے۔ اس وقت دھوپ بہت تیز تھی اور لوٗ کے تھپیڑے جسم کو جھلسا رہے تھے۔ پریشانی کے عالم میں بڑی بہو کے مُنھ سے اچانک نکل آیا۔ ''ہائے! کتنی گرمی ہے! جسم بُھنا جا رہا ہے۔''

سیٹھ نے بہو کی بات سُن کر کہا۔ ''تو کیا ہوا! خَس کی ٹٹّی کیوں نہیں لگوا لیتیں تا کہ آرام ملے۔''

بہو چِڑ کر خاموش ہو گئی۔

چند روز بعد برسات کا موسم آ گیا۔ بادل گھر آئے۔ ہوا چلی اور اس کے ساتھ ہی پانی برسنے لگا۔ تھوڑی دیر میں ایسی مُوسلا دھار جھڑی لگی کہ سب لوگ پناہ لینے بھاگے۔ دوسری بہو اسی جنگل بیَابان میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں آ کر بہت دکھی ہوئی۔ سیٹھ سے نہ رہا گیا۔ اس نے اس کی جانب رُخ کر کے آہستہ سے کہا۔ ''بہو! آج تو برسات میں

جُھولے ڈال کر جُھولنے میں مزا آجائے گا۔'' دوسری بہو جھینپ سی گئی۔

رات ہوئی، پانی تھم گیا۔ لیکن جنگل کے کُھلے ماحول کی وجہ سے سردی بڑھ گئی۔ سب کے دانت بجنے لگے۔ تیسری بہو بھی مارے سردی کے ٹھٹھری جارہی تھی۔ اُسے ٹھٹھرتے دیکھ کر سیٹھ نے تیر چھوڑا۔ ''بہو! گھبراتی کیوں ہو۔ نرم بستر میں جا کر لحاف اوڑھ کر کیوں نہیں سو لیتیں۔''

یہ سن کر بہو مارے شرم کے زمین میں گڑ گئی۔

چھوٹی بہو نے کنڈے جلائے اور ساتھ لائے آٹے کی روٹیاں سینک کر سب کو دیں۔ سب نے دو دو روٹیاں کھا کر پیٹ بھر لیا۔ وہ آٹے میں ایک لعل بھی چُھپا کر لائی تھی۔ اُس نے اُسے اپنے شوہر کو دیا۔ پھر یوں کہا۔ ''قریبی گاؤں میں اسے گِروی رکھ کر کچھ روپیہ لے آؤ اور ساتھ ہی گھر کا ضروری سامان بھی خرید لانا۔''

اُس کا شوہر گاؤں میں ساہوکار کے پاس گیا اور لعل بیچ دیا۔ ضروری سامان لے کر آ گیا۔ دوسرے دن وہ ایک اور شہر میں پہنچے۔ وہ ایک مندر میں جا کر ٹھہرے۔ سیٹھ نے ان روپیوں سے تجارت شروع کی۔ آہستہ آہستہ اپنا کاروبار پھیلا دیا۔ اور چاروں لڑکے بھی سخت محنت مشقّت کرنے لگے۔ آخر چند برس بعد اس نے وہاں اپنی حویلی بنالی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اس شہر کا بھی بڑا سیٹھ بن گیا۔ مگر یہ شہر بھی راجہ کی سلطنت میں شامل تھا۔ راجہ کو جب اس کا علم ہوا تو وہ اس کی حویلی کے گِرد چکّر لگانے آیا۔ اس نے وہاں کان لگا کر سنا۔ سیٹھ کا بڑا لڑکا کہہ رہا تھا۔ ''میرے لیے پان بنا کر لاؤ۔''

''اتنی رات کو پان کھانے کی کیا تُک ہے!'' چونا نہیں ہے'' بہو نے جواب دیا۔ تو کیا ہوا میرے کان کی بالی میں ایک پکّا موتی ہے۔ اس کو جلا کر میرے لیے پان لگا دو۔'' لڑکے نے کہا۔

یہ کیسے ہوا کہ یہ آن کی آن میں اتنا مالدار اور خُوش حال ہو گیا؟ راجا نے سوچا گیا۔ علی الصبح راجہ نے سیٹھ کو پکڑوا کر بُلوایا اور پوچھا۔ ''بتاؤ بڑا کون ہے ہَم یا تُم؟''

سیٹھ نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ''بڑے تو آپ ہی ہیں مہاراج! کہاں آپ اور کہاں میں ایک معمولی سیٹھ۔''

''صاف صاف جواب دو، ورنہ تمھیں اور تمھارے خاندان کو بہو بیٹیوں سمیت جیل کی ہَوا کھانی پڑے گی۔'' راجہ نے ڈانٹ کر کہا۔

’’جیسا حُکم سرکار! کل آپ کو اس سَوال کا جواب مِل جائے گا۔‘‘ سیٹھ نے جواب دیا۔

سیٹھ نے گھر آ کر سارا قِصّہ سُنایا تو چھوٹی بہو نے کہا۔ ’’پِتا جی! آپ مہاراج سے کہلوا دیں کہ اس چھوٹے سے سوال کا جواب میری چھوٹی بہو دے گی۔ وہ اس کے لیے رَوَاس بھروائیں اور لِوانے کے لیے پالکی بھیجیں۔ راجہ نے وہی سب کچھ کیا۔ جب لوگ دربار میں پہنچ گئے تو راجہ نے پوچھا ’’بڑا کون ہے؟ ہم یا تمھارے سسر!‘‘

چھوٹی بہو نے جواب دیا۔ ’’بڑے آپ ہی ہیں مہاراج! ہم بڑے کیسے ہو سکتے ہیں۔ آپ جیسے بڑے لوگ ہی میرے سسر کی جائداد ضبط کر سکتے ہیں۔ ہم سب کو دیس بدر کر سکتے ہیں اور اپنی ہمّت اور محنت سے ہم پھر خوش حال ہو جائیں تو پھر جیل کی ہَوا کھلانے کی دھمکی دے سکتے ہیں۔‘‘

راجہ نے ٹوکتے ہوئے کہا۔ ’’بڑا وہ کیوں نہیں جو پکّا موتی جلا کر اس کی راکھ سے پان کھانا چاہتا تھا۔‘‘

’’یہ تو سب وقت کی بات ہے مہاراج۔‘‘ چھوٹی بہو نے جواب دیا۔ ’’ہم دن کے اچھے گزرنے پر یقین رکھتے ہیں اور ہر دن ایک جیسا مانتے ہیں۔‘‘

یہ جواب سُن کر راجہ کی آنکھیں کھل گئیں۔ انھوں نے فوراً سیٹھ کی ضبط شدہ ساری جائداد لوٹا دی۔ اُسے دوبارہ شہر میں باعزّت واپس بُلا لیا۔

مدھیہ پردیش کی لوک کہانی

سوالات

1. نگر سیٹھ نے چاروں بہوؤں کے سامنے کون سا سوال رکھا؟
2. نگر سیٹھ نے چاروں بہوؤں سے ایک ہی سوال کیوں کیا؟
3. دوسری بہو نے نگر سیٹھ کے سوال کا کیا جواب دیا؟
4. شہر بدر ہونے سے پہلے چھوٹی بہو نے سپاہی سے کیا کہا؟
5. چھوٹی بہو نے راجا کو کیا جواب دیا؟
6. راجہ کو اپنی غلطی کا احساس کس طرح ہوا؟

© NCERT not to be republished

تین سوال

مگدھ کے قریب ایک گاؤں میں ایک عورت رہتی تھی۔ اس کا شوہر مر چکا تھا۔ اُس کے ایک لڑکا تھا۔ وہ اپنے لڑکے کو پڑھانا چاہتی تھی۔ اس کی خواہش تھی کہ وہ پڑھ لکھ کر بڑا آدمی بنے اِس لیے اُس نے اپنے لڑکے کو ایک مدرسے میں داخل کر دیا۔ لڑکا بہت محنتی تھا وہ جلد ہی خوب پڑھنے لگا۔ اُس کا دل مدرسے میں خوب لگتا اور وہ اپنا سارا وقت پڑھنے لکھنے میں گذارتا۔

ایک رات لڑکے نے خواب دیکھا کہ اُس کی شادی مگدھ کی راجکماری کے ساتھ ہوگئی ہے۔ آنکھ کُھلی تو وہ بڑا خوش ہوا۔ اُسے بہت ہنسی آئی لیکن فوراً ہی اُسے خیال ہوا کہ یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ کہاں وہ اور کہاں مگدھ کی راجکماری۔ یہ سوچ کر اُسے بہت رونا آیا اور وہ پھُوٹ پھُوٹ کر رونے لگا۔ اس کی ماں نے جب یہ حالت دیکھی تو اُس نے کہا۔

''بیٹا! کیا بات ہے؟ کیسی طبیعت ہے ابھی تو تُو ہنس رہا تھا اور اب رو رہا ہے۔''

لڑکے نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ چُپ چاپ مدرسے چلا گیا۔ مدرسے میں بھی اُس کا دل نہ لگا۔ پڑھتے پڑھتے جب اُسے اپنے خواب کا خیال آیا تو وہ پہلے ہنسا اور پھر رونے لگا۔ اس کے گُرو نے رونے اور ہنسنے کی وجہ پوچھی لیکن وہ کچھ نہ بولا۔ اس بات پر گُرو کو بہت غصّہ آیا اور انھوں نے اُسے سزا دی۔

وہ جب گھر لوٹا تو اُس کی ماں نے اس کی بُری حالت دیکھی۔ وہ فوراً روتی پیٹتی راجا کے پاس گئی۔ راجا نے گُرو کو بُلایا اور سزا دینے کی وجہ پوچھی۔ گُرو نے کہا۔ ''حضور! جب میں سب لڑکوں کو پڑھا رہا تھا اُس وقت یہ پہلے تو ہنسا اور پھر رونے لگا۔ میں نے اِس سے اُس کے ہنسنے اور رونے کی وجہ پوچھی تو اِس نے کوئی جواب نہ دیا۔ اسی بات پر مجھے غُصّہ آ گیا اور میں نے اُسے سزا دی۔'' راجا نے لڑکے سے اس کے رونے اور ہنسنے کی وجہ پوچھی۔ لڑکے نے راجا کو بھی کوئی جواب نہ دیا۔ راجا کو بہت غُصّہ آیا اور اُس نے اُسے جیل میں بند کرنے کا حکم دے دیا۔ لڑکے کی ماں راجا کے سامنے بہت روئی مگر راجا نے اُس کو باہر نکلوا دیا۔

اسی طرح کچھ دن گزر گئے۔ ایک دن بازار میں کچھ اعلان ہو رہا تھا۔ لڑکا بھی جیل کی کوٹھری سے کھڑکی کے قریب آ کھڑا ہوا۔ اس نے سُنا کہ راجا کے پاس تین لکڑیاں ہیں جو کوئی اُسے یہ بتا دے کہ ان میں سے کون سی لکڑی سِرے کی

ہے، کون سی بیچ کی اور کون سی نیچے کی تو راجا اُسے ایک ہزار اشرفیاں دے گا۔ لڑکے نے جب یہ سُنا تو بہت زور سے ہنسا۔ اُدھر سے ایک بڑھیا گزر رہی تھی اُس نے پوچھا۔ ''بیٹا تو کیوں ہنس رہا ہے؟''

لڑکے نے کہا۔ ''اَمّاں یہ اعلان سُن رہی ہو، یہ کوئی مشکل بات ہے یہ تو میں ہی بتا سکتا ہوں۔''

بُڑھیا بہت خوش ہوئی اُس نے کہا۔ ''بیٹا تو مجھے بتا دے میں تجھے دُعا دوں گی۔ لڑکے نے کہا۔ ''اچھّا اَمّاں تم جا کر پانی کے حوض میں باری باری اِن تینوں لکڑیوں کو ڈالنا جو لکڑی ایک دَم سے پانی میں بیٹھنے لگے وہ سِرے کی ہوگی جو تھوڑی تیر کر پھر نیچے کی طرف جائے وہ بیچ کی ہوگی اور جو تیرتی رہے وہ سب سے نیچے کی ہوگی۔''

بُڑھیا خوش خوش چلی گئی۔ اگلے دن دربار ہوا۔ راجا نے ایک پھول رکھ دیا اور کہا کہ جو اِن سوالوں کے جواب دینا چاہے وہ پھول اُٹھالے۔ بُڑھیا فوراً آگے بڑھی اور اُس نے اس کے سوالوں کا جواب دے دیا۔ راجا بہت خوش ہوا اور اُسے ایک ہزار اشرفیاں دے دیں۔

کچھ دن اسی طرح بیت گئے۔ ایک دن پھر شور سنائی دیا تو لڑکا کھڑکی کے قریب آیا اس نے دیکھا کہ بُڑھیا آج بھی اس کی کھڑکی کے پاس کھڑی ہے۔ لڑکے نے پوچھا ''اَمّاں کیا بات ہے، کیا آج پھر راجا نے کوئی اعلان کرایا'' ہے؟ بُڑھیا اُسے دعائیں دینے لگی اور بولی۔ ''ہاں بیٹا مگدھ کے راجا نے ہمارے راجا کے پاس تین گائیں بھیجی ہیں اور ایک خط بھیجا ہے۔ اب راجا نے اعلان کرایا ہے کہ جو کوئی یہ بتا دے کہ اس میں ماں کون سی ہے بیٹی کون سی ہے اور بیٹی کی بیٹی کون سی ہے اُسے دو ہزار اشرفیاں دی جائیں گی۔''

''ارے! یہ کیا مشکل ہے۔'' لڑکا بولا۔

''بیٹا مجھے بتا دے دیکھ میں بڑی غریب ہوں تجھے دعائیں دوں گی اور آدھا انعام تجھے دے جاؤں گی۔''

لڑکے نے کہا۔ ''اچھّا تم ایسا کرنا کہ ایک جگہ ہری گھاس اکٹھا کر کے اس کے چاروں طرف بانس کا گھیرا بنا دینا۔ گھیرا اتنا اونچا ہو کہ گائے آسانی سے نہ کود سکے۔ تین دن تک تم اِن گایوں کو بھُوکا رکھنا اور پھر اُنھیں چھوڑ دینا جو گائے سب سے پہلے گھیرے کو پھاند کر گھاس کھانے کے لیے اندر گُھس جائے۔ اُسے بیٹی کی بیٹی سمجھنا جو اس کے بعد جائے وہ بیٹی اور جو سب سے آخر میں رہ جائے وہ ماں ہوگی۔''

بُڑھیا دعائیں دیتی چلی گئی۔ اگلے دن دربار ہوا اور اسی طرح راجا نے پھول رکھا۔ بُڑھیا نے بڑھ کر اُسے اٹھا لیا اور کہا۔ ''حضور مجھے تین دن کا وقت دیجیے میں آپ کو بتا دوں گی۔ راجا نے اُسے تین دن کا وقت دیا۔ بُڑھیا نے اسی طرح کیا جیسے لڑکے نے بتایا تھا اور چوتھے دن راجا کو سب بتا دیا۔ راجا بہت حیران ہوا اور اُس نے وہ انعام اُسے دے دیا۔ بُڑھیا خوش ہوتی ہوئی اس لڑکے کی کوٹھری سے گزری اور آدھا انعام اُسے دے دیا۔

کچھ دن گزر گئے۔ مگدھ کے راجا نے ایک دن راجہ کو خط لکھا۔ ''سُنا ہے تمھارے یہاں بہت عقلمند لوگ رہتے ہیں۔ میں اپنے کمرے میں چار کاغذ رکھ رہا ہوں ان میں انعام لکھے ہوئے ہیں جو ان کو اس طرح نکالے کہ مجھے پتہ بھی نہ چلے اُسے انعام دیا جائے گا۔ ان کاغذوں کو پانے والے سے ہی میں راجکماری کی شادی کروں گا۔ اب اگر کوئی نوجوان یہ ہمّت کرے تو اپنی قسمت آزما سکتا ہے۔'' راجا نے اِس کا بھی اعلان کرا دیا۔ وہ چاہتا تھا کہ اس کے راج کی بات نیچی نہ ہو۔

بُڑھیا نے جب یہ اعلان سنا تو پھر لڑکے کے پاس آئی لڑکے نے کہا یہ کون سی مشکل بات ہے یہ کام تو میں بھی کر سکتا ہوں۔ بُڑھیا نے راجا کو خبر کر دی اور بُڑھیا سے راجا کو یہ بھی معلوم ہوا کہ اس کے دوسرے سوالوں کا جواب بھی اسی لڑکے نے بتایا تھا تو وہ بہت خوش ہوا۔ راجا نے لڑکے کو جیل سے باہر نکلوایا اور پوچھا ''کیا تم یہ کام کر سکتے ہو؟'' لڑکے نے کہا۔ ''مجھے دو نوکر اور چار مہینے کے کھانے کا خرچ چاہیے۔'' راجا نے اُسے دو نوکر بھی دے دیے اور چار مہینے کے لیے کھانے پینے کا خرچ بھی۔ لڑکے نے ان اشرفیوں سے جو بُڑھیا نے دی تھیں تجارت کا سامان خریدا اور مگدھ میں جا اُترا۔ اس نے ایک مکان کرایے پر لیا اور وہاں رہنے لگا۔ دو چار روز بعد اس نے محل کا چکّر لگایا محل پر بڑا سخت پہرہ تھا۔ کچھ دیر سوچنے کے بعد اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی۔ اس نے راج محل کے اصطبل کے رکھوالے سے بات کی اور اُسے روپیہ کا لالچ دیا، اصطبل کا رکھوالا اسے محل میں لے جانے کے لیے تیار ہو گیا، لڑکے نے کالے کپڑے پہنے اور چل دیا۔ اصطبل کے مالک نے اُسے گھاس کے اندر چُھپا کر محل میں داخل کر دیا۔ رات کے بارہ بجے تک وہ چُھپا رہا اور اس کے بعد کالے کپڑے پہن کر محل میں داخل ہو گیا۔ تھوڑی ہی دیر میں اُسے راجا کے سونے کا کمرہ معلوم ہو گیا۔ کمرے کے باہر دو داسیاں کھڑی تھیں۔ لڑکے نے بلّی کی سی بولی آواز نکالی اور زمین پر بہت سارے موتی بکھیر

دیے۔ داسیاں جیسے ہی بلّی بھگانے دوڑیں، انھوں نے چمکدار موتی دیکھے تو وہ انھیں چُننے کے لیے بیٹھ گئیں، لڑکا جلدی سے کمرے میں داخل ہو گیا۔ اس نے دیکھا کہ راجا بے خبر سو رہا ہے۔ اُس نے کمرے میں ہر طرف نظر دوڑائی مگر کوئی ایسی جگہ نظر نہ آئی جہاں کوئی کاغذ ہوتا۔ اُس نے پلنگ پر نظر ڈالی تو پلنگ کے پائے خاص قسم کے نظر آئے اس نے سوچا ہو نہ ہو کاغذ ان ہی میں ہے۔ لڑکے نے فوراً ہی ایک ڈِبیا نکالی اور اس کو راجہ کے پیروں کے پاس چھوڑ دیا، اس ڈِبیا میں چیونٹیاں تھیں۔ جیسے ہی راجہ پر چیونٹیاں چڑھیں وہ گھبرا کر اُٹھا اور اپنے بدن کو کھجانے لگا۔ اس نے جب دیکھا کہ جسم پر چیونٹیاں ہی چیونٹیاں ہیں تو جلدی سے برابر کے کمرے میں کپڑے بدلنے چلا گیا۔ یہ لڑکا جو کالے کپڑے پہنے بھوت بنا ہوا کھڑا تھا جلدی سے نکلا اور پلنگ کو اُٹھا کر دیکھا۔ واقعی چاروں پایوں کے نیچے کاغذ رکھے تھے، جلدی سے کاغذ اُٹھا کر لڑکا کمرے سے نکل گیا، راجا کو پتہ بھی نہ چلا۔ صبح ہوتے ہوتے وہ پھر گھاس کے ڈھیر کے اندر چُھپ گیا اور اسی گھاس کے ذریعے جب محل سے باہر آ گیا تو اپنی کامیابی پر بہت خوش تھا۔ اُس نے جلدی سے بھیس بدلا اور اپنے ملک کو روانہ ہو گیا۔

چند روز بعد راجا کے پاس حاضر ہو گیا۔ راجا نے ان کاغذوں کو دیکھا تو بہت خُوش ہوا اور مگدھ کے راجہ کو خط بھیجا۔ مگدھ کے راجا کو جب معلوم ہوا کہ کوئی خاموشی سے اس کے کاغذ لے گیا تو اُس کی چالاکی پر حیران ہوا اور اپنی لڑکی کی اس نوجوان سے شادی کر دی اور اپنا آدھا راج بھی اُسے دے دیا۔ اور سب مِل جُل کر محل میں رہنے لگے اس طرح لڑکے کا خواب پورا ہوا۔

شادی کرنے کے بعد وہ اپنی ماں کے پاس گیا اور اُسے محل میں لے آیا۔ اس نے اپنے گُرُو کو بھی اپنے یہاں بُلا لیا۔ اس دن اس نے اس خواب کو سنایا جو اب سچ ہو چکا تھا۔

بہار کی لوک کہانی

سوالات

1. عورت اپنے لڑکے کو کیوں پڑھانا چاہتی تھی؟
2. لڑکے نے کیا خواب دیکھا؟
3. لڑکے نے خواب کی بات کسی کو کیوں نہیں بتائی؟
4. راجہ نے لڑکے کو کیوں قید کر دیا؟
5. لڑکے نے پہلے سوال کا کیا حل بتایا؟
6. لڑکے نے گایوں کو پہچاننے کی کیا ترکیب بتائی؟
7. راجا کے چُھپائے ہوئے کاغذوں کو لڑکے نے کیسے تلاش کیا؟

© NCERT not to be republished

کچھوا اور تالاب

ایک زمانہ ایسا بھی گزرا ہے جب دَرِندے مِل جُل کر رہا کرتے تھے۔ سنا ہے کہ اس زمانے میں وہ ایک دوسرے کی باتیں بھی خوب سمجھ لیتے تھے۔ ایک سال بارش بالکل نہ ہوئی، تمام ندی نالے اور تالاب سوکھ گئے۔ پانی کی کمی سے

جانور مرنے لگے۔ جانوروں کا یہ حال دیکھ کر شیر نے تمام جانوروں کا ایک جلسہ کیا۔ جلسے میں مختلف جانوروں نے تقریریں کیں، یہ بحث ہوئی کہ ایسی کیا ترکیب کی جائے کہ پانی کی کمی سے جانور نہ مریں۔

''ہمیں کسی ایسے ملک میں جانا چاہیے جہاں اس خشکی کا ڈر ختم ہو جائے۔'' لنگور بولا۔

یہ سُن کر کچھوا فوراً بولا : ''مگر بھئی میں تو اتنا لمبا سفر نہیں کر سکتا، میں تو مر جاؤں گا۔''

''اچھا تو پھر یہ خشکی کا زمانہ ہمیں سو کر گذارنا چاہیے۔'' سانپ نے رائے دی۔

''لیکن ہم اتنے دن کیسے سو سکتے ہیں۔'' خرگوش نے اپنا خیال ظاہر کیا۔

آخر میں یہ بات سامنے آئی کہ سب لوگ مل کر ایک تالاب کھودیں۔ بارش کے موسم میں تالاب بھر جایا کرے گا اور اس طرح سے پانی کی کمی دور ہو جائے گی، سب نے یہ بات مان لی اور یہ طے ہوا کہ اگلے دن سے تالاب کی کھدائی کا کام شروع کیا جائے۔ سب سے پہلے جنگل کا راجا اِس کام کو شروع کرے گا اور پھر باری باری سب اس میں

ہاتھ لگائیں گے۔ آخر میں گیدڑ اس کام کو پورا کرے گا۔

کُھدائی کا کام شروع ہو گیا۔ جب کام ختم ہونے کو آیا اور گیدڑ کی باری آئی تو وہ کہیں نظر نہ آیا۔ تالاب تو پورا ہونا

ہی تھا اس لیے گیدڑ کا انتظار نہ کر کے اُسے پورا کر لیا گیا۔ چند دن کے بعد ہی بہت زور کی بارش ہوئی۔ پورا تالاب پانی سے بھر گیا۔ تالاب کے بھرنے پر پھر جلسہ بُلایا گیا اور یہ فیصلہ ہوا کہ جن جانوروں نے تالاب کی کُھدائی کی ہے وہی جانور یہاں آ کر پانی پی سکتے ہیں۔

گیدڑ تو کام سے جان چُرا کر چُھپا چُھپا پھر رہا تھا اس جلسے میں شریک نہ ہوا لیکن اُس نے جھاڑیوں میں چُھپ کر تمام باتیں سن لیں۔ اس نے سوچا کہ اُسے سامنے نہیں آنا چاہیے اور چُھپ کر پانی پینا چاہیے۔

دوسرے روز وہ صبح صبح اٹھا اور دوسرے جانوروں کے پہنچنے سے پہلے تالاب پر پہنچ گیا۔ اس نے خوب جی بھر کر پانی پیا۔ پھر یہ طریقہ اختیار کر لیا کہ صبح اٹھتا اور چوری چوری پانی پی کر بھاگ جاتا۔ کچھ دنوں تک تو کسی کو پتہ بھی نہ چلا۔ پھر تو وہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنے لگا۔ ایک دن وہ پانی پینے کے بعد تالاب میں نہاتا رہا۔ اُس کے نہانے سے تالاب کا پانی گندہ اور مٹیالا ہو گیا۔

جب دوسرے جانور پانی پینے آئے تو انھوں نے تالاب کو گندا پایا۔

یہ کس کی حرکت ہے؟ شیر غرّایا۔

''کس نے ہمارے تالاب کو گندہ کیا۔'' سب چیخے۔

سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ بڑی دیر کے بعد کچھوے نے کہا: ''دیکھو میں ترکیب بتاتا ہوں کہ ہم کس طرح اس چور کو پکڑیں۔ آپ میری کمر پر موم لیپ دیں۔ میں ساری رات تالاب کے کنارے بیٹھ کر چور کا انتظار کروں گا اور اس کو ضرور پکڑ لوں گا۔''

سب نے اس رائے سے اِتّفاق کیا اور کچھوے کی کمر پر موم کی تہہ جما دی گئی۔ کچھوا تالاب کے کنارے بیٹھ کر چور کا انتظار کرنے لگا۔ اس نے اپنا سر، پاؤں اور دُم کو خول میں چھپا لیا۔ وہ دُور سے ایک پتھر کی شکل کا نظر آنے لگا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ خول سے منھ نکالتا اور اِدھر اُدھر دیکھ لیتا کہ کوئی آ تو نہیں رہا، ساری رات انتظار کرنے کے بعد صبح کے قریب اُسے جھاڑیوں میں کھڑکھڑاہٹ سنائی دی۔ کچھوا جلدی سے تالاب کے کنارے کھسک گیا اور

پتھر کی مانند بے حِس ہو کر بیٹھ گیا۔

گیدڑ روزانہ کی طرح باہر نکلا اور اس نے اِدھر اُدھر دیکھ کر اطمینان کر لیا کہ اُسے کوئی دیکھ نہیں رہا ہے۔

جب وہ کچھوے کے قریب آیا تو اُس نے دیکھا کہ ایک خوب صورت سا پتّھر پڑا ہوا ہے۔

''پاؤں رکھنے کے لیے یہ کتنا اچھا پتّھر ہے۔'' گیدڑ نے سوچا اور اپنے اگلے دونوں پاؤں اس پر رکھ دیے اور گردن جُھکا کر پانی پینے لگا۔ سر اٹھا کر آگے بڑھنا چاہا تو پاؤں نہ ہِلے اس کے دونوں پاؤں جم گئے تھے۔

''ارے مجھے جانے دو یہ دھوکا ہے یہ چال ہے۔'' گیدڑ چلّایا۔

''صرف تم ہی دھوکا دینا نہیں جانتے۔'' کچھوا بولا۔

not to be republished © NCERT

''میں تمھارے خول کو توڑ دوں گا۔'' گیدڑ نے دھمکی دی۔

''جو جی چاہے کرو۔'' کچھوا بولا۔

گیدڑ نے جیسے ہی خول پر منھ مارا اس کا منھ خول میں پھنس گیا، کچھوا تالاب سے آگے بڑھنے لگا، گیدڑ نے اپنے آپ کو چھڑانے کی بہت کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہوا۔ اس نے اپنے پچھلے پاؤں کو زور سے خول پر مارا مگر یہ کیا اس کے اگلے پاؤں بھی جم گئے کچھوا اُسے اسی طرح لے آیا، جب جانوروں نے یہ خبر سُنی تو سب گیدڑ کو دیکھنے کو جمع ہو گئے۔

ہر جانور نے اپنے طور پر گیدڑ کو بُرا بھلا کہا۔ شیر آیا تو اس نے کہا کہ اسے جان سے مار دیا جائے۔ اس کی سزا کا طریقہ یہ طے ہوا کہ بھیڑیا اِس کو دُم سے پکڑ کر گھما کر زمین پر دے مارے۔ اگلے دن صبح صبح سب جانور جمع

ہو گئے، گیدڑ بڑا چالاک تھا۔ اسے رات کو جو کھانا ملا اُس کی چربی چُھڑا کر اپنی دُم پر چربی مَل لی۔

بھیڑیا آیا اور اس نے اسے دم سے پکڑ کر گھمایا دُم میں چَربی لگی ہوئی تھی۔ اس لیے وہ پوری طرح نہ پکڑ سکا اور دُم چھوٹ گئی۔ گیدڑ دور جا گرا اور اُٹھ کر بھاگ گیا۔ سب جانور دیکھتے رہ گئے۔

اس دن کے بعد سے پھر گیدڑ تالاب پر نہیں آیا۔ مگر آج بھی کچھوا تالاب کے کنارے ساری رات بیٹھا رہتا ہے تا کہ گیدڑ کہیں سے آ کر پانی کو گندہ نہ کر دے۔

لوک کہانی

سوالات

1. شیر نے تمام جانوروں کو کیوں جمع کیا؟
2. جانوروں نے پانی جمع کرنے کا کون سا طریقہ اپنایا؟
3. تالاب کی کھدائی کس طرح ہوئی؟
4. گیدڑ نے تالاب سے پانی پینے کا کیا طریقہ اختیار کیا؟
5. کچھوے نے گیدڑ کو کس طرح پکڑا؟
6. گیدڑ کو کیا سزا دی گئی؟

© NCERT not to be republished

اُسی سے ٹھنڈا اُسی سے گرم

ایک لکڑہارا تھا۔ جنگل میں جا کر روز لکڑیاں کاٹتا اور شہر میں جا کر شام کو بیچ دیتا تھا۔ ایک دن اس خیال سے کہ آس پاس سے تو سب لکڑہارے لکڑی کاٹ لے جاتے ہیں، سوکھی لکڑی آسانی سے ملتی نہیں، یہ دوڑ جنگل کے اندر چلا گیا۔ سردی کا موسم تھا۔ کٹکٹی کا جاڑا پڑ رہا تھا۔ ہاتھ پاؤں ٹھٹھرے جاتے تھے۔ اُس کی اُنگلیاں بالکل سُن ہو جاتی تھیں۔ یہ تھوڑی تھوڑی دیر بعد کُلہاڑی رکھ دیتا اور دونوں ہاتھ منھ کے پاس لے جا کر خوب زور سے ان میں پھونک مارتا کہ گرم ہو جائیں۔

جنگل میں نہ معلوم کِس کِس قسم کی مخلوق رہتی ہے۔ سنا ہے اس میں چھوٹے چھوٹے سے بالِشت بھر کے آدمی بھی ہوتے ہیں۔ ان کی داڑھی مونچھ سب کچھ ہوتی ہے۔ مگر ہوتے ہیں بس میخ ہی سے۔ ہم تم جیسا کوئی آدمی اُن کی بستی میں چلا جائے تو اُسے بڑی حیرت سے دیکھتے ہیں کہ دیکھیں یہ کیا کرتا ہے۔ لیکن یہ ہم لوگوں سے ذرا اچھّے ہوتے ہیں کہ ان کے لڑکے کسی پردیسی کو ستاتے نہیں نہ اُن پر تالیاں بجاتے ہیں۔ نہ پتھر پھینکتے ہیں۔ خود ہمارے یہاں بھی اچھّے بچّے ایسا نہیں کرتے۔ لیکن ان کے یہاں تو بس اچھّے ہی ہوتے ہیں۔

خیر لکڑہارا جنگل میں لکڑیاں کاٹ رہا تھا۔ تو ایک میاں بالشتیے بھی کہیں بیٹھے اسے دیکھ رہے تھے۔ میاں بالشتیے

نے جو دیکھا کہ یہ بار بار ہاتھ میں کچھ پھونکتا ہے، تو سوچنے لگے کہ یہ کیا بات ہے۔ دیر تک اپنی بتاشا سی ٹھوڑی اپنے ننھّے سے ہاتھ پر دھرے بیٹھے رہے، مگر کچھ سمجھ میں نہ آیا، تو یہ اپنی جگہ سے اُٹھے، اور کچھ دور چل کر پھر لوٹ آئے کہ نہ معلوم کہیں پوچھنے سے یہ آدمی بُرا نہ مانے مگر پھر ان سے رہا نہ گیا۔ آخر کو ٹھک ٹھک لکڑہارے کے پاس گئے اور کہا:

''سلام بھائی، بُرا نہ مانو تو ایک بات پوچھیں۔''

لکڑہارے کو یہ ذرا سا انگوٹھے برابر آدمی دیکھ کر تعجب بھی ہوا، ہنسی بھی آئی۔ مگر اُس نے ہنسی کو روک کر کہا:

''ہاں ہاں بھئی ضرور پوچھو۔''

''بس یہ پوچھتا ہوں کہ تم منھ سے ہاتھوں میں پھونک سی کیوں مارتے ہو؟''

لکڑہارے نے جواب دیا۔ ''سردی بہت ہے۔ ہاتھ ٹھٹھرے جاتے ہیں۔ میں منھ سے پھونک کر انھیں ذرا گرما لیتا ہوں، پھر ٹھٹھرنے لگتے ہیں، پھر پھونک لیتا ہوں۔''

میاں بالشتیے نے اپنا سُپاری جیسا سر ہلایا اور کہا۔ ''اچھّا اچھّا یہ بات ہے۔'' یہ کہہ کر بالشتیے میاں وہاں

سے کِھسک گئے مگر رہے آس پاس ہی اور کہیں سے بیٹھے برابر دیکھا کیے کہ لکڑہارا اور کیا کرتا ہے۔

دوپہر کا وقت آیا۔ لکڑہارے کو کھانا پکانے کی فکر ہوئی۔ اِدھر اُدھر سے دو پتھر اٹھا کر چولھا بنایا۔ اُس کے پاس چھوٹی سی ہانڈی تھی۔ آگ سُلگا کر اسے چولھے پر رکھا اور اُس میں آلو اُبلنے کے لیے رکھ دیے۔ گیلی لکڑی تھی اس لیے آگ بار بار ٹھنڈی ہو جاتی تو لکڑہارا منھ سے پھونک کر تیز کر دیتا تھا۔ ''ارے'' بالشتیے نے دور سے دیکھ کر اپنے جی میں کہا ''اب یہ پھر پھونکتا ہے۔ کیا اس کے منھ سے آگ نکلتی ہے؟'' لیکن چُپ چاپ بیٹھا دیکھا کیا۔ لکڑہارے کو بھوک زیادہ لگی تھی، اس لیے چڑھی ہوئی ہانڈی میں سے ایک آلو جو ابھی پورے طور پر اُبلا بھی نہ تھا، نکال لیا۔ اُسے کھانا چاہا تو وہ ایسا گرم تھا جیسے آگ۔ اس نے مشکل سے اسے اپنی ایک اُنگلی اور انگوٹھے سے دبا کر توڑا اور منھ سے فو فو کر کے پھونکنے لگا۔

ارے'' بالشتیے نے پھر جی میں کہا۔ ''یہ پھر پھونکتا ہے۔ اب کیا اس آلو کو پھونک کر جلائے گا۔'' لیکن آلو جلا جلایا کچھ نہیں۔ وہ تو تھوڑی دیر فو فو کر کے لکڑہارے نے اسے اپنے منھ میں رکھ لیا اور غپ غپ کھانے لگا۔ اب تو اس بالشتیے کی حیرانی کا حال نہ پوچھو۔ اس سے پھر نہ رہا گیا اور ٹھمک ٹھمک پھر لکڑہارے کے پاس آیا اور کہا۔ ''سلام! بھائی برا نہ مانو تو ایک بات پوچھیں۔''

لکڑہارے نے کہا۔ ''بُرا کیوں مانوں گا۔ پوچھو۔''

بالشتیے نے کہا۔ ''تم نے صبح مجھ سے کہا تھا کہ منھ سے پھونک کر اپنے ہاتھوں کو گرماتا ہوں۔ اب اس آلو کو کیوں پھونکتے تھے۔ یہ تو خود بہت گرم تھا اسے اور گرمانے سے کیا فائدہ؟''

''نہیں میاں ٹلّو۔ یہ آلو بہت گرم ہے۔ میں اُسے منھ سے پھونک کر ٹھنڈا کر رہا ہوں۔''

بات تو کچھ ایسی نہ تھی مگر یہ سُن کر میاں بالشتیے کا منھ پیلا پڑ گیا۔ ڈر کے مارے کَپ کَپ کانپنے لگے۔ برابر پیچھے ہٹتے جاتے تھے۔ لکڑہارے سے ڈر کر کچھ سہم سے گئے تھے۔ ذرا سا آدمی یوں ہی دیکھ کر ہنسی آئے۔ لیکن اس تھر تھر، کَپ کَپ کی حالت میں دیکھ کر تو ہر کسی کو ہنسی بھی آئے، رنج بھی ہو۔ لکڑہارے کو بھی ہنسی آئی۔ لیکن وہ بھی بھلا مانس تھا۔ اس نے آخر پوچھا کہ ''کیوں میاں، کیا ہوا، کیا جاڑا بہت لگ رہا ہے۔'' مگر میاں بالشتیے تھے کہ برابر پیچھے ہی ہٹتے چلے گئے۔ اور جب کافی دور ہو گئے تو بولے۔ ''یہ نہ جانے کیا بَلا ہے۔ کوئی بھوت ہے یا جِن ہے۔ اُسی سے ٹھنڈا اُسی سے گرم، ہماری عقل میں یہ بات نہیں آتی۔'' اور سچ ہے یہ بات ان میاں بالشتیے کی ننّھی سی کھوپڑی میں آنے کی تھی بھی نہیں۔

ڈاکٹر ذاکر حسین

سوالات

1. لکڑہارا اپنی گزر بسر کیسے کرتا تھا؟
2. سردی کی وجہ سے لکڑہارے کی کیا حالت تھی؟
3. لکڑہارا لکڑیاں کاٹنے کے دوران کیا کر رہا تھا؟
4. بالشتیے نے لکڑہارے سے کیا پوچھا اور اس نے کیا جواب دیا؟
5. حیران بالشتیے کے دوبارہ سوال کرنے پر لکڑہارے نے کیا بتایا؟
6. لکڑہارے کا جواب سُن کر بالشتیے کی کیا حالت ہوئی؟

© NCERT not to be republished

تین کچھوے

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ تین کچھوے پانی میں رہتے رہتے تھک گئے۔ انھوں نے سوچا کہ پہاڑوں کی سیر کرنا چاہیے۔ جہاں دیوتا رہتے ہیں، جہاں ہر وقت شانتی اور سنّاٹا رہتا ہے۔ جہاں سمندر جیسے طوفان نہیں آتے۔ یہ سوچ کر تینوں

کچھوے پہاڑ کی سیر کے لیے نکل پڑے۔ انھوں نے اپنے ساتھ اپنے کھانے کا بہت سا سامان لیا۔ ان کا سفر بہت لمبا تھا۔ کیوں کہ سمندر سے پہاڑ کا فاصلہ سیکڑوں میل کا تھا۔ پھر یہ کہ کچھوے ذرا رینگ کر بھی تو چلتے ہیں۔ مگر یہ تو آپ

جانتے ہیں کہ کچھوے بڑے مستقل مزاج ہوتے ہیں۔ آپ نے سُنا ہوگا کہ ایک بار ایک کچھوے نے اپنی مستقل مزاجی سے ایک خرگوش کو دوڑ میں ہرا دیا تھا اور لوگوں کو یہ سبق دیا تھا کہ آدمی بھی چاہے تو مستقل مزاجی سے اپنے مقصد میں کامیاب ہوسکتا ہے۔

ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ یہ تینوں ہی کچھوے پہاڑ کی طرف چل پڑے۔ چلتے رہے۔ چلتے رہے۔ راستہ لمبا تھا اور ہر طرف جھاڑ جھنکار۔ لیکن وہ کچھوے بھی دُھن کے پکّے تھے۔ وہ ہر تکلیف کا مقابلہ کرتے ہوئے آگے بڑھتے چلے گئے۔ بالآخر ان کو پہاڑ دکھائی دیے۔ جن کی چوٹی برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ ان کو یہاں پہنچتے پہنچتے بیسیوں سال گزر گئے تھے۔ اتنے دن کے بعد جو انھیں منزل دکھائی دی تو ان کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ

نہ تھا۔ انھوں نے پہاڑ کے دامن میں ایک بہت اچھی جگہ پسند کی اور سوچا کہ یہاں کچھ دن آرام کریں۔ اور اِس شانتی کے اَستھان کا کچھ مزا لوٹیں۔ انھیں یہ جگہ بہت پسند آئی۔ ہوا بھی ہلکے ہلکے چل رہی تھی۔ یوں تو

سردی کا زمانہ تھا لیکن کچھوے کی کھال اتنی موٹی اور اتنی سخت ہوتی ہے کہ فولاد ہی اس کا مقابلہ کرسکتا ہے۔ اس لیے اس میں سردی کا کیا اثر ہوتا۔ برفیلی ہوائیں آتیں تو کچھوے اپنا مُنھ اپنی موٹی فولاد جیسی کھال میں چُھپا لیتے اور انھیں پتہ بھی نہیں چلتا کہ ہَوا کتنی ٹھنڈی ہے۔ ان کو یہاں پہاڑ کے دامن میں بہت اچھا لگا اور اس بات پر حیرت ہوئی کہ آدمی بھی کیسا مورکھ ہے کہ اتنی اچھی جگہ چھوڑ کر سمندروں میں گھومتا پھرتا ہے۔ ان کو بہت زور کی بھوک لگی۔ انھوں نے سوچا کہ کھانا کھانا چاہیے۔ یہ سوچ کر انھوں نے اپنا کھانا نکالا۔ اور بہت سے بڑے بڑے پتّے اکٹھے کیے۔ اور پھر بڑے سلیقے سے ان پتّوں پر اپنا کھانا نکالا لیکن جب کھانا کھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو دیکھا یہاں پر تو پانی کا نام ونشان بھی نہیں، ہر طرف برف ہی برف ہے تب

انھیں خیال آیا کہ اب کھانے کے بعد پانی کیسے پئیں گے۔ پھر اگر پاس پڑوس میں پانی ملا بھی تو پتہ نہیں کیسا ہو۔ ان کی عادت تو سمندر کا پانی پینے کی تھی۔ اس سے ہی ان کا کھانا ہضم ہوتا تھا۔ تینوں کچھوے سوچ میں

پڑ گئے۔ ان کی کچھ سمجھ میں نہ آیا کہ کیا کِیا جائے۔ سب ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ آخر ایک دوسرے سے کہنے لگے۔

بڑا کچھوا بولا۔ ''منجھلے کچھوے تم جاؤ اور سمندر سے جا کر پانی لے آؤ۔ پھر اطمینان سے بیٹھ کر کھائیں گے۔''

منجھلا کچھوا بولا۔ ''میری تو رائے یہ ہے کہ چھوٹے کچھوے کو جانا چاہیے۔ وہ اس وقت بھی خاصا چُست و چالاک معلوم ہوتا ہے میں تو اس وقت بہت تھک گیا ہوں۔''

چھوٹے کچھوے نے بہت آنا کانی کی مگر وہ دونوں اس کے پیچھے پڑ گئے اور اس کی ایک نہ چلی۔ آخر مجبور ہو کر چھوٹے کچھوے کو ان کی بات ماننی پڑی۔ وہ بولا۔ ''میں چلا تو جاؤں مگر مجھے یقین ہے کہ میرے جانے کے بعد تم میرا انتظار کیے بغیر کھانا چٹ کر جاؤ گے۔ اور جب میں آؤں گا تو اس وقت مجھے کھانا بھی ملے گا تو وہ بھی جھوٹا ہوگا۔''

دونوں کچھوؤں نے کہا کہ ''یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ہم تمھارا انتظار کریں گے کرتے رہیں گے۔''

چھوٹا کچھوا سنجیدگی سے بولا۔ ''جی ہاں ضرور کرو گے۔ مجھے تو یقین ہے کہ تم ہرگز ہرگز میرا انتظار نہ کرو گے۔''

مگر دونوں کچھوؤں نے بڑی خوشامد کی اور اس سے خوب پکّا وعدہ کر لیا کہ جب تک تم نہ آؤ گے ہم کھانے میں ہاتھ نہ ڈالیں گے۔

آخر کار مجبور ہو کر چھوٹا کچھوا چلا گیا۔ اب باقی دونوں کچھوے بیٹھے انتظار کرتے رہے۔ انتظار کرتے کرتے مہینے گزر گئے، سال گزر گئے۔ دَس سال گزرے، بیس سال گزرے، تیس سال گزرے، چالیس سال گزرے، پچاس سال گزرے، یہاں تک کہ سو سال گزرے، سو سال گزر گئے مگر چھوٹے کچھوے کو نہ آنا تھا نہ آیا۔ اب تو ان دونوں کا مارے بھوک کے بُرا حال ہو گیا۔ اُن کو یقین ہو گیا کہ ضرور کوئی نہ کوئی حادثہ پیش آیا ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں تھی کہ چھوٹا کچھوا پانی لے کر نہ آجاتا۔ انھوں نے سوچا کہ اب زیادہ انتظار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں اگر اس کو آنا ہوتا تو اب تک آجاتا۔

آخر بھوک سے بے قابو ہو کر ان دونوں کچھوؤں نے کھانے میں ہاتھ ڈالا۔ ابھی انھوں نے کھانا کھایا بھی نہ تھا کہ چھوٹا کچھوا چٹّان کے پیچھے سے کودتا ہوا آیا اور بولا :

''میں جانتا تھا کہ تم دونوں ہرگز ہرگز میرا انتظار نہ کرو گے۔ میں نے پہلے ہی کہا تھا۔ اسی لیے تو میں گیا ہی نہیں تھا۔ یہیں بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا۔''

دونوں کچھوے بھونچکّارہ گئے۔ لیکن کہتے تو کیا کہتے۔

یونان کی لوک کہانی

© NCERT not to be republished

سوالات

1. کچھوے پہاڑوں کی سیر کیوں کرنا چاہتے تھے؟
2. وہ پہاڑوں تک کس طرح اور کتنے سالوں میں پہنچے؟
3. کچھوے ٹھنڈک کا مقابلہ کس طرح کرتے تھے؟
4. سمندر سے پانی لانے کے لیے منجھلے کچھوے نے کیا رائے دی؟
5. چھوٹا کچھوا پانی لینے کیوں نہیں جانا چاہتا تھا؟
6. بڑے کچھوؤں نے کتنے سال تک چھوٹے کچھوے کا انتظار کیا؟
7. کچھوؤں کے کھانا شروع کرتے ہی کیا ہوا؟

© NCERT not to be republished

قسمت کا کھیل

بچّو ..... ایک بادشاہ کے دو بیٹے تھے۔ بڑے کا نام عبّاس اور چھوٹے کا نام وقاص تھا۔

دونوں مختلف مزاج اور سوچ کے مالک تھے۔ ایک دفعہ بادشاہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو بلا کر ایک سوال کیا۔

''یہ بتاؤ کہ انسان بڑا آدمی کیسے بنتا ہے؟''

عبّاس نے جواب دیا۔

''ابا حضور ..... انسان بڑا آدمی دولت سے بنتا ہے۔''

اس کے بعد چھوٹے شہزادے نے عرض کی۔

''ابّا جان .....انسان بڑا آدمی مُقدّر سے بنتا ہے۔''

بادشاہ نے بڑے بیٹے کو بہت بڑی رقم دینے کے بعد کہا۔

''اچھا اب تم بڑا آدمی بن کر دکھاؤ۔''

دونوں شہزادے رخصت ہوئے۔

بچّو .....اس ملک میں ایک غریب مچھیرا بھی رہتا تھا۔

شہزادہ عبّاس اس مچھیرے کے پاس گیا اور وہ رقم اس کو دی۔

مچھیرا اتنی بڑی رقم دیکھ بہت خوش ہوا۔اس نے اس رقم میں سے کچھ رقم ایک مٹکے کے کونے میں چُھپا کر رکھ دی اور باقی رقم لے کر بازار گیا اور ایک چادر لی اور گوشت لیا اور باقی رقم چادر کے ایک کونے میں باندھ دی۔

وہیں ایک چیل نے چادر میں گوشت بندھا دیکھا تو وہ اُڑتی ہوئی آئی اور چادر کھینچ کر اُڑ گئی۔

© NCERT not to be republished

مچھیرے کی بیوی نے وہ مٹکا جس میں رقم رکھی ہوئی تھی کوڑا کباڑ بیچنے والے کے ہاتھ بیچ دیا اور اس طرح وہ مچھیرا ایک مرتبہ پھر غریب ہو گیا۔

کچھ دنوں بعد دونوں شہزادے اس مچھیرے کے پاس آئے اور اس کا حال احوال پوچھا تو مچھیرے کو غمگین اور اُداس دیکھ کر حیران ہوئے۔

مچھیرے نے بتایا کہ میں ایک مرتبہ پھر غریب ہو گیا ہوں، تباہ و برباد ہو گیا ہوں، کیونکہ آپ کی دی ہوئی رقم میرے ہاتھ سے نکل گئی ہے۔

بڑے شہزادے نے پوچھا۔

''مگر کیسے؟''

مچھیرے نے سارا قصّہ سنایا۔

اب چھوٹے شہزادے یعنی وقاص نے مچھیرے کو تسلی و تشفی دی اور کہا۔

''فکر نہ کرو، اب میں تمہاری مدد کروں گا۔''

اس نے مچھیرے کو ایک روپیہ دیا لیکن مچھیرے نے وہ روپیہ ایک طرف پھینک دیا، کیونکہ اتنی معمولی رقم سے وہ اپنی حالت کیسے سدھار سکتا تھا۔

اسی شام کو مچھیرے کا ایک واقف کار مچھیرا آیا اور کہنے لگا۔

''میرا جال پَھٹ گیا ہے اگر تم کچھ پیسے دے دو تو میں جال کی مرمّت کراؤں گا اور اس کے عوض میں آج جتنی مچھلیاں بھی پکڑوں گا اس میں سے آدھی تمہیں دے دوں گا۔''

دوسرے دن مچھیرے نے جال ٹھیک کر کے دریا میں ڈالا، کافی دیر کے بعد اس میں صرف دو مچھلیاں پھنسیں۔ چنانچہ گھر واپس آیا۔ ایک مچھلی اپنے پاس رکھی اور دوسری وعدے کے مطابق اس مچھیرے کو دینے کے لیے چلا گیا جس نے اسے ایک روپیہ دیا تھا۔

روپیہ دینے والے نے اپنی بیوی سے کہا۔

''آج مچھلی کاٹ کر ہی پکا لو۔''

© NCERT not to be republished

چنانچہ اس کی بیوی نے مچھلی کاٹنی شروع کر دی۔ جب مچھلی کا پیٹ چیرا تو اس کے اندر ایک اصلی ہیرے کی قیمتی انگوٹھی پڑی ہوئی تھی۔

مچھیرا اور اس کی بیوی بہت خوش ہوئے۔ وہ انگوٹھی کو لے کر بازار جا رہا تھا کہ راستے میں اسے درخت کی شاخوں میں پھنسی ہوئی وہ چادر نظر آئی جو چیل اس سے لے اُڑی تھی۔

اب تو وہ بہت خوش ہوا۔ خیر اس نے بازار میں بہت بڑے جوہری کے ہاتھ وہ انمول ہیرا بیچ ڈالا جس سے اِس کو بہت بڑی رقم ملی۔

آج وہ غریب مچھیرا بے حد امیر آدمی بن گیا تھا۔ اس نے اپنے لیے بہت بڑی حویلی بنوائی اور بڑی شان کے ساتھ رہنے لگا۔

حویلی میں کئی کنیزیں اور نوکر تھے۔ اب اس نے بڑے پیمانے پر مچھلیوں کا کاروبار بھی شروع کر دیا تھا۔

کچھ عرصہ بعد دونوں شہزادے ایک بار پھر اس غریب مچھیرے کی جھونپڑی میں پہنچے لیکن اب وہاں ایک

عالیشان حویلی موجود تھی۔

مچھیرے نے شہزادوں کا استقبال کیا۔ شہزادے مچھیرے کی شان وشوکت دیکھ کر حیران بھی ہوئے اور خوش بھی۔

اب تو بڑے شہزادے کو واقعی اس بات کا یقین ہو گیا کہ محض دولت سے آدمی بڑا آدمی نہیں بلکہ قسمت بھی کوئی چیز ہے۔ بڑا آدمی بننے میں قسمت یا مُقدّر کا بھی بڑا دخل ہوتا ہے۔

لوک کہانی

سوالات

1. بادشاہ نے بیٹوں سے کیا سوال کیا؟
2. شہزادہ عبّاس نے مچھیرے کو رقم کیوں دی؟
3. مچھیرا اُداس کیوں تھا؟
4. چھوٹے شہزادے سے ملے ایک روپیہ کا مچھیرا نے کیا کیا؟
5. مچھیرا امیر آدمی کیسے بن گیا؟
6. بڑے شہزادے کو کس بات کا یقین ہو گیا؟

© NCERT not to be republished

اپنٹ کا جواب پتھر

جودھ پور سے دس میل کے فاصلے پر ایک گاؤں میں ایک کسان رہتا تھا۔ یہ کسان بہت غریب تھا لیکن تھا وہ بہت عقل مند۔ صبح سے شام تک محنت کرتا پھر بھی اس کا پیٹ نہ بھرتا تھا۔ اس کی بیوی اس حالت سے پریشان تھی۔ وہ سوچتی کہ ان کی بھی کیا زندگی ہے کہ ساری عمر یوں ہی پریشانی میں گزر رہی ہے۔ ایک دن اس نے کسان سے کہا۔ ''دیکھو جی! ہمیں اس گاؤں میں رہتے ہوئے اتنے دن ہو گئے اور ہم نے کسی کی دعوت تک نہیں کی۔ آخر ایسا

بھی کیا۔ اب کی فصل پر میں سب گاؤں والوں کو کھانا کھلاؤں گی۔'' کسان کیا کہتا خاموش ہو گیا۔ فصل کا وقت آیا تو ان کے پاس اناج اتنا نہ تھا کہ دعوت ہو سکتی۔ جب بیوی نے بہت ضد کی تو وہ اپنا بیل بیچنے کو تیّار ہو گیا۔ جب بیل کو

لے کر چلا تو بیوی نے کہا۔ دیکھو اس بیل کے کم سے کم سو روپیہ مانگنا اور اگر کوئی تیار نہ ہو تو اسّی کہنا اور پھر ستّر کہنا مگر دیکھو کسی طرح ساٹھ سے کم پر نہ بیچنا۔''

کسان بیل کو لے کر روانہ ہو گیا۔ چلتے چلتے راستے میں ایک بھیڑیں چرانے والا ملا۔ وہ اپنی بھیڑیں چرا رہا تھا۔ کسان کو دیکھ کر اُس نے پوچھا ''بھیّا کہاں جا رہے ہو''؟ کسان نے جواب دیا۔ ''میں بیل بیچنے جا رہا ہوں۔''

''ارے بیل کی تو مجھے بھی ضرورت ہے۔ کتنے روپیہ لو گے؟'' گڈریا بولا۔ ''بھئی ہماری گھر والی نے اس بیل کے سو روپیہ بتائے ہیں۔ اس لیے ہم سو روپیہ میں بیچیں گے'' کسان نے جواب دیا۔

''دیکھو یہ تو بہت ہیں ہم ایسا کرتے ہیں کہ کسی اور آدمی سے بیل کے دام پوچھتے ہیں۔ جو دام وہ بتائے وہی بیل کے دام ہوں گے۔''

کسان اس بات پر تیّار ہو گیا۔ وہ دونوں آگے بڑھے تو سامنے ٹیلے پر ایک بوڑھا بیٹھا ہوا تھا۔ دونوں اس بیل کو لے کر اس بوڑھے کے پاس پہنچے اور کہا۔ ''بابا اس بیل کی کیا قیمت ہو گی؟'' بوڑھا سوچتا رہا کچھ اُنگلیوں پر حساب لگاتا

رہااور پھر بولا۔ ''چودہ روپیہ۔''

کسان یہ سُن کر حیران رہ گیا مگر بات کا پکّا تھا۔ یہ کہہ چکا تھا کہ جو قیمت یہ بتائیں گے منظور ہے اس نے چودہ روپیہ لے کر بیل اُسے دے دیا۔ گھر لوٹا تو بیوی ناراض ہوئی اور اُس نے کہا۔ ''ضرور وہ کوئی ٹھگ تھا۔ تمھیں اس سے اس حرکت کا بدلہ ضرور لینا چاہیے''۔

دوسرے دن کسان نے عورت کا بھیس بدلا۔ گہنے پہنے اور اسی طرف روانہ ہوا۔ عورت کو ایسے آتا دیکھ کر گڈریے نے کہا۔ ''کہاں جارہی ہو؟'' کسان نے باریک آواز بنا کر جواب دیا۔ ''گھر چھوڑ کر آئی ہوں اب جو دال روٹی دے گا اُسی کے ساتھ رہوں گی۔''

گڈریا خوش ہو گیا کہنے لگا۔ ''چلو میرے گھر چلو وہاں تمھیں کوئی دُکھ نہ دوں گا اور تمھارا ہر طرح خیال رکھوں گا۔''

دونوں گھر پہنچے۔ کسان نے دیکھا کہ وہ بوڑھا جس نے اس کے بیل کی قیمت لگائی تھی گھر میں بیٹھا ہوا ہے وہ فوراً سب کچھ سمجھ گیا۔ گڈریا بولا۔ ''بابا آج تو یہ عورت لے کر آیا ہوں اب میں اِسے گھر میں رکھوں گا بوڑھا بولا۔ ''ارے تم نوجوان ہو تم پھر شادی کر لینا یہ عورت میری خدمت کرے گی۔''

یہ سُن کر گڈریا اس عورت کو چھوڑ کر پھر اپنے کام پر چلا گیا۔ بوڑھے نے اس عورت کو سارے گھر کی سیر کرائی اور تمام کمرے دکھائے۔ اُس نے کہا کہ ان کمروں میں روپیہ گڑا ہے یہ سب تیرا ہے، جب کسان نے دیکھا کہ جوان بہت دور چلا گیا ہے تو اُس نے ڈنڈا لے کر بوڑھے کو خوب پیٹنا شروع کر دیا وہ پٹتا جاتا اور کہتا جاتا ''میرا نام اینٹ کا جواب پتھر میرا نام اینٹ کا جواب پتھر'' بوڑھا پٹتے پٹتے بے ہوش ہو گیا۔ کسان نے اس کے گھر سے روپیہ نکالا اور چل دیا۔ کسان کی بیوی اتنا بہت سا روپیہ دیکھ کر بہت خوش ہوئی، کسان نے کہا۔ ''ابھی بدلہ پورا نہیں ہوا اب دیکھنا میں اس کا کیا حشر کرتا ہوں۔'' دوسرے دن وہ وید کا روپ بدل کر اُس ٹھگ کے گھر کے باہر پہنچا اور آواز لگائی۔ ''دَوالودَوا۔۔۔''

ٹھگ تو وہاں پڑا ہی ہوا تھا اس کے سارے بدن پر چوٹ آئی تھی اُس نے اسے اندر بُلایا۔ اندر گیا تو

دیکھا کہ وہاں دونوں موجود ہیں اس نے جوان سے کہا کہ تھوڑا سا بھیڑ کا دودھ لے آؤ میں دوا بناتا ہوں جوان تو باہر گیا اور کسان نے پھر اس بوڑھے کو پیٹنا شروع کیا پیٹتے جاتا اور کہتا جاتا میرا نام اینٹ کا جواب پتھر جب بوڑھا مار کھاتے کھاتے گر پڑا تو کسان نے دوسرے کمرے کا روپیہ بھی نکال لیا اور چل پڑا۔ اب اس کے پاس دو کمروں کا روپیہ تو آچکا تھا اب دو کمروں کا باقی تھا۔ تیسری مرتبہ اس نے جوتشی کا روپ بدلا اور چل دیا۔ راستہ میں وہی گڈریا ملا گڈریے نے کہا۔ ''مہاراج دو دن سے کوئی شخص اینٹ کا جواب پتھر'' آتا ہے اور ہمیں مار پیٹ کر بھاگ جاتا ہے اس کا پتہ بتایئے'' جوتشی نے حساب لگایا اور کہا۔ ''تم مندر میں جاؤ اور وہاں ایک گھنٹہ تک ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر پرارتھنا کرو وہ شخص خود تمھارے قبضہ میں آجائے گا۔''

گڈریا مندر میں پہنچا تھوڑی دیر بعد کسان پھر گھر میں داخل ہوا اور اس نے اسی طرح بوڑھے کی خوب پٹائی کی۔ جب بوڑھا بے ہوش ہو گیا تو تیسرے کمرے کا روپیہ بھی نکالا اور چلتا بنا۔ اب بس ایک کمرہ باقی تھا۔ کسان سوچنے لگا کہ اب کیا ترکیب ہو وہ ایک دن اپنے گاؤں کے باہر نکلا تو وہاں کیا دیکھتا ہے کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار جا رہا ہے۔ اس نے پوچھا۔ ''سوار بھائی سوار بھائی تم کِدھر

جاتے ہو؟''

''ہمارے ٹھاکر صاحب کا اونٹ گُم ہو گیا ہے میں اس کو ڈھونڈنے جاتا ہوں۔'' اُس سَوار نے کہا۔ کسان کے ذہن میں فوراً ایک ترکیب سمجھ میں آ گئی اس نے کہا۔ ''میں تمھیں بتاتا ہوں میرے ساتھ چلو۔'' اُسے کسان اُسی ٹھگ کے گھر کی طرف لے گیا اور اُس سے کہا۔ ''یہی وہ گھر ہے۔ اِسی گھر والے نے اونٹ پکڑا ہے تم اس کے یہاں جانا اور کہنا کہ اینٹ کا جواب پتھر آ گیا ہے اَب سنبھلو۔''

سوار نے ایسا ہی کیا، جب گڈریے نے یہ نام سُنا تو ڈَنڈا لے کر پیچھے دوڑا اور اُسے دوڑتے دیکھ کر سَوار گھوڑے پر بیٹھ کر بھاگ گیا۔ آگے آگے سوار اور پیچھے پیچھے گڈریا، جب گڈریا بہت دُوَر نکل گیا تو کسان گھر میں داخل ہوا اور پھر بوڑھے کو پیٹنے کے لیے آگے بڑھا اور کہنے لگا کہ اب آیا ''اینٹ کا جواب پتھر'' یہ نام سُن کر بوڑھا پھر بے ہوش ہو گیا

اور کسان چوتھے کمرے کا روپیہ بھی لے گیا اس طرح اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔

کچھ دنوں بعد اس نے گاؤں والوں کی بڑی زور دار دعوت کی اور ہنسی خوشی رہنے لگا۔

راجستھان کی لوک کہانی

سوالات

1. کسان اپنا بیل بیچنے کے لیے کیوں تیّار ہو گیا؟
2. بیل کی قیمت کے بارے میں کسان کی بیوی نے کیا ہدایت کی؟
3. گڈریے نے بیل خریدنے کے لیے کیا چالاکی کی؟
4. گڈریے سے بدلہ لینے کے لیے کسان نے پہلی بار کیا کیا؟
5. کسان نے دوسری اور تیسری مرتبہ گڈریے سے کس طرح بدلہ لیا؟
6. چوتھے کمرے کا مال حاصل کرنے کے لیے کسان نے کیا کیا؟
7. یہ کہانی آپ کو کیسی لگی اپنے الفاظ میں لکھیے۔

© NCERT not to be republished